ZIL QAAD 1435 - AUG-SEP 2014

MAHNAMA EDITORS

Founder Member:
Late Sheikh Gulzar Ahmed Qadri

Chief Editor:
Mohammed Rais Qadri
Cell: +(92300)925 91 66

SUBSCRIBE

ہر ماہ اپنے یا اپنے احباب کے لئے ترجمان اہلسنت ماہنامہ مصلح الدین حاصل کرنے کے لئے ہماری سالانہ ممبر شپ اختیار کیجئے۔
مزید تفصیلات کے لئے رابطہ کیجئے۔
میمن مسجد، مصلح الدین گارڈن، کراچی
+(9221)3243 1568

ASK IMAM

اپنے مسائل کے شرعی حل اور سوالات کے تسلی بخش جوابات کے لئے پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری سے رہنمائی حاصل کیجئے۔

GO
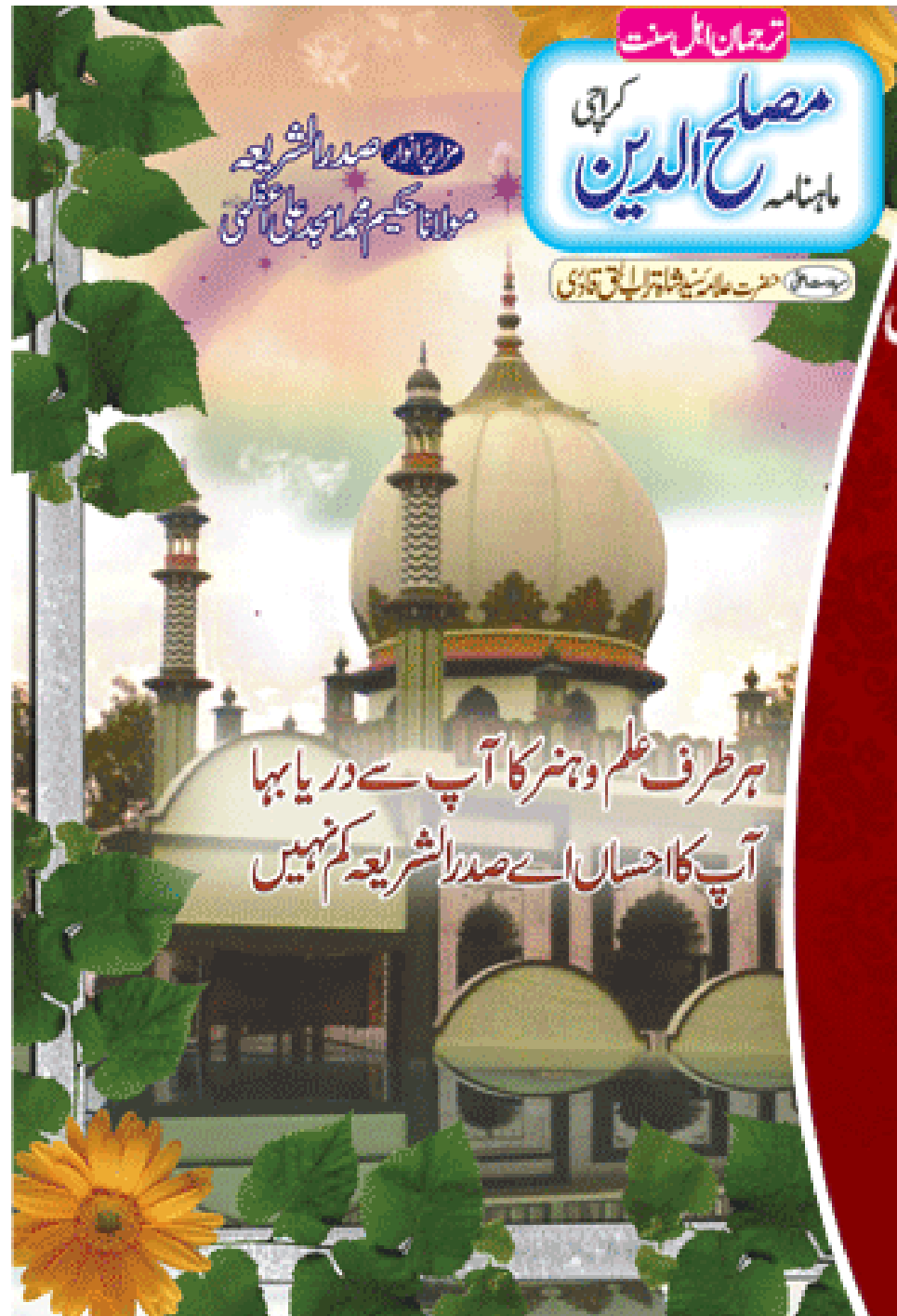
ناشر کا مضمون نگار کے موقف سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

Topic Selection Area

- فلسطین لہولہو
- انبیائے کرام معصوم ہیں
- ایک لونڈی کی عجیب داستان
- یہ کس کے گیسوئے مشک بو
- مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ
- مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمہ
- صدر الشریعہ علیہ الرحمہ
- ختم نبوت
- مرزائی حقیقت کا اظہار
- حکومت
- تنظیمی سرگرمیاں

اداریہ

ادارہ

فلسطین جہاں بے شمار انبیاء ومرسلین علیہم السلام مدفون ہیں اور جس کے لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ بٰرکنا حولہ۔ یعنی (اس مسجد اقصیٰ) کے اردگرد ہم نے بڑی برکت رکھی ہے اس بابرکت سرزمین پر امریکہ اور برطانیہ کی مدد سے ۱۹۴۸ء میں اسرائیل نے قبضہ کر کے فلسطینیوں کو بے دخل کردیا اور اتنے مظالم کئے کہ وہ اپنی آبائی اور مقدس سرزمین سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اور مظالم کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ نیز گذشتہ ڈیڑھ ماہ سے جاری اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں تقریباً ۲۴۰۰ فلسطینی افراد جاں بحق اور جبکہ ایک ہزار سے زائد لوگ زخمی اور معذور ہوچکے ہیں۔

ویسے تو دنیا بھر میں حقوق انسانی کے تحفظ کی بات کی جاتی ہے یہاں تک کہ کسی ظالم، قاتل کو اس کے جرم پر سزائے موت دی جائے تو یہ عالمی حقوق انسانی کے علمبردار اسے بچانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ دنیا بھر کے ۲۴۵ ممالک بشمول ۵۷ اسلامی ممالک کے حکمرانوں انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں، اقوام متحدہ، عرب لیگ، او۔ آئی۔ سی اور سارک ممالک کی تنظیم کو فلسطین میں حقوق انسانی کی سنگین خلاف ورزی، فلسطینی بچوں بوڑھوں اور عورتوں کا قتل عام، راکٹوں اور ٹینکوں سے مساجد، اسکول ہسپتالوں اور رہائشی علاقوں پر حملے نظر نہیں آتے۔

اسرائیل کی طرف سے نہتے فلسطینیوں پر اسقدر ظلم اور بربریت کے باوجود عالمی پر بے حسی اور عالمی ضمیر کا بیدار نہ ہونا اس بات کا غماز ہے کہ یہ سب امریکہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ امریکہ ان سے ناراض ہوجائے۔ اس لئے کہ امریکہ ہی اسرائیل کی پشت پناہی کررہا ہے اور یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق گزشتہ دنوں امریکی صدر نے اسرائیل کے حق میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے نیز بائیس کروڑ پچاس لاکھ کی خطیر رقم سے اسرائیل کی مدد بھی کی۔ اقوام متحدہ جو اقوام کے حقوق کے تحفظ کا ارادہ ہے اس کا حال یہ ہے کہ اقوام متحدہ کا سیکریٹری جنرل، اسرائیلی وزیر اعظم کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے اسرائیل کی حمایت کا اعلان کررہا ہے جبکہ اسرائیلی بمباری سے شہید ہونے والے بچوں اور عورتوں کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ بقول شخصے ؎

ہم	نے	چاہا	تھا	کہ	حاکم	سے	کریں	گے فریاد
مگروہ	بھی	کم	بخت	تیرا	چاہنے	والا	نکلا	

دوسری طرف مغربی میڈیا اسرائیل کی مظلومیت کا رونا رو رہا ہے اسرائیلی حملے کے جواز کے طور پر مغربی میڈیا اس بات کا مجرمانہ پرچار کررہا ہے کہ ۱۲ جون ۲۰۱۴ء کی رات کو تین اسرائیلی لڑکے اردن کے مغربی کنارے سے یہودی بستی سے اغوا کیے گئے اور بعد میں ان کی لاشیں ملیں۔ ان لڑکوں کو کس نے اغوا کیا؟ ان کے مقاصد کیا تھے؟ کیا اسرائیل نے خود ان لڑکوں کو اغوا کرکے قتل کیا؟ اور الزام فلسطینیوں پر تھوپ دیا یا کسی تیسری قوت نے جنگ چھیڑنے کے لیے یہ سازش تیار کی؟ کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے ان تین لڑکوں کے قتل کی آڑ میں سینکڑوں بچوں، عورتوں، بوڑھوں پر جنگ مسلط کردی جائے اور ان کو کیمیائی ہتھیاروں سے سینکڑوں لوگوں کی جانیں لے لی جائیں۔ کیا بین الاقوامی قانون اس جارحیت کی اجازت دیتا ہے؟ کیا یہ سب جنیوا کنونشن کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے؟

ان تین لڑکوں کے قتل کے جواز سے جنگ مسلط کرکے مسلمانوں کی نسل کشی کا بہانا تلاش کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ 9/11 کو جواز بنا کر افغانستان پر

جنگ مسلط کی گئی۔ جوہری ہتھیار کا جواز بنا کر عراق پر جنگ مسلط کی گئی۔

نیا پاکستان

اہلیان پاکستان گذشتہ دس دنوں سے نیا پاکستان دیکھ رہے ہیں مادر پدر آزاد پاکستان اور انقلاب زدہ پاکستان، نئے پاکستان کی تحریک لانگ مارچ سے شروع ہوئی پھر دھرنے سے ہوتی ہوئی سول نافرمانی کے مرحلے میں داخل ہوئی اور اب ریڈ زون سے ہوتے ہوئے ڈی چوک پہ کھڑی ہے۔

انقلاب کا کیا حال ہے ایک صحافی کی زبانی سنیے!

''انقلاب کے علم بردار دوغلی سیاست کی سب سے بڑی علامت چوہدری برادران' لوٹا ازم اور جاگیرداری کی سب سے بڑی علامت غلام مصطفیٰ کھر' استحصالی گدی نشینی کی سب سے بڑی علامت شاہ محمود قریشی، کارپوریٹ کلچر اور سرمایہ داری کی سب سے بڑی علامت جہانگیر خان ترین اور اسی قماش کے دیگر لوگ ہوں یا جس انقلاب کے داعیان فائیو اسٹار اور بلٹ پروف ایئر کنڈیشنڈ کنٹینروں میں مزے لوٹ رہے ہوں جبکہ کارکن بھوکے پیاسے گرمی اور بارشوں کا سامنا کر کے زمین پر رل رہے ہوں' تو پھر اس انقلاب کے ایسے ہی نتائج نکلتے ہیں۔ پاکستانی سیاست گالم گلوچ کا دوسرا نام قرار پایا۔ دھرنے کنسرٹ بن گئے۔ دنیا میں پاکستان مذاق بن گیا ہے۔ آئی ایم ایف کو جو مذاکرات اسلام آباد میں کرنے تھے' دبئی میں کرنے پر اصرار کیا۔ مالدیپ اور سری لنکا کے صدور نے پاکستان کے دورے منسوخ کئے اور چین کے صدر کا دورہ خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ اسٹاک ایکسچینج بیٹھ گیا۔ امن و امان کی بحالی پر اربوں روپے مزید لگ جائے۔ لاکھوں پولیس اہلکار اور ان کے اہل خانہ گزشتہ دس روز سے عذاب میں مبتلا ہیں۔

☆...☆...☆

درسِ قرآن

انبیاء کرام معصوم ہیں

مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ص وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝

ترجمہ: اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا (۱) کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے، تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا (۲) اور ہم نے فرمایا نیچے اُترو (۳) آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے (۴)۔

تفسیر:

(۱) اس سے گندم یا انگور وغیرہ مراد ہے (جلالین)

(۲) ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل وضع کرنا یہ ممنوع ہے اور انبیاء معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا یہاں ظلم خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام کو ظالم کہنا اہانت و کفر ہے جو کہے وہ کافر ہو جائے گا اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے جو چاہے فرمائے اس میں اُن کی عزت ہے دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کلمہ زبان پر لائے اور خطاب حضرت حق کو اپنی جرأت کیلئے سند بنائے ہمیں تعظیم و توقیر اور ادب و طاعت کا حکم فرمایا ہم پر یہی لازم ہے۔

شیطان نے کسی طرح حضرت آدم و حوا (علیہما السلام) کے پاس پہنچ کر کہا کہ میں تمہیں شجر خلد بتا دوں حضرت آدم علیہ السلام نے انکار فرمایا اس نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں انہیں خیال ہوا کہ اللہ پاک کی جھوٹی قسم کون کھا سکتا ہے بایں خیال حضرت حوا نے اس میں سے کچھ کھایا پھر حضرت آدم کو دیا اُنہوں نے بھی تناول کیا حضرت آدم کو خیال ہوا کہ لَا تَقْرَبَا کی نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں کیونکہ اگر وہ تحریمی سمجھتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطائے اجتہادی معصیت نہیں ہوتی۔

حضرت آدم و حوا اور اُنکی ذریت کو جو ان کے صلب میں تھی جنت سے زمین پر جانے کا حکم ہوا۔ حضرت زمین ہند میں سراندیپ کے پہاڑوں اور حضرت حوا جدہ میں اُتارے گئے (خازن) حضرت آدم علیہ السلام کی برکت سے زمین کے اشجار میں پاکیزہ خوشبو پیدا ہوئی۔

(روح البیان)

(۴) اس سے اختتام عمر یعنی موت کا وقت مراد ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بشارت ہے کہ وہ دنیا میں صرف اتنی مدت کے لئے ہیں اسکے بعد پھر انہیں جنت کی طرف رجوع فرمانا ہے اور آپ کی اولاد کے لئے معاد پر دلالت ہے کہ دنیا کی زندگی معین وقت تک ہے، عمر تمام ہونے کے بعد انہیں آخرت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

☆...☆...☆

درسِ حدیث

ایک لونڈی کی عجیب داستان

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ

حدیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ایک کالی لونڈی جو عرب کے ایک قبیلے کی تھی اسی قبیلے کی بچی سرخ چمڑے کا ایک ہار پہن کر نکلی اور اسکو اتار کر زمین پر رکھ دیا تو ایک چیل اس کو گوشت سمجھ کر اٹھا لے گئی قبیلے والوں نے لونڈی پر تہمت لگادی کہ اسی نے ہار چرا لیا ہے اور لوگوں نے اس لونڈی کی جامہ تلاشی لی یہاں تک کہ اس کی شرم کے مقام میں بھی ڈھونڈھا اور لونڈی اسی حالت میں کھڑی ہی تھی کہ اچانک چیل نے سب لوگوں کے سامنے اس ہار کو زمین پر گرادیا تو اس لونڈی نے کہا کہ یہی تو وہ ہار ہے جس کی تہمت تم لوگوں نے مجھ پر لگائی تھی؟ حالانکہ اس سے بری اور بے گناہ تھی دیکھ لو وہ وہی ہار تو ہے؟ پھر وہ لونڈی دل برداشتہ ہو کر مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آگئی اور مسلمان ہو کر مسجد نبوی میں ایک چھوٹی سی چھپر بنا کر رہنے لگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وہ میرے پاس آکر باتیں کیا کرتی تھی لیکن جب بھی اور جہاں کہیں بھی وہ بیٹھتی تھی تو یہی کہتی تھی کہ ہار والا دن بھی میرے رب کی طرف سے ایک عجیب معاملہ تھا مگر اسی نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دی۔ حضرت بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ جب اس لونڈی سے میں نے دریافت کیا کہ ہر نشست میں تم بار بار یہ بات کیوں کہتی ہو؟ تو اس نے مجھے یہ واقعہ سُنایا۔ (بخاری ج ا ص ۶۲ باب نوم المرأۃ فی المسجد)

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و کرم ہے کہ بے قصور انسانوں کی برأت و بے گناہی ظاہر کرنے کے لئے وہ غیب سے ایسے ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے کہ عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے چنانچہ یہ واقعہ بہت زیادہ تعجب خیز کے ساتھ ساتھ نہایت ہی رقت انگیز اور عبرت آموز بھی ہے۔

اس حدیث میں حضرت ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ حُسن سلوک اور بہترین برتاؤ بھی بہت زیادہ فکر انگیز اور قابل تقلید ہے کہ آپ دنیا بھر کے قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کی ماں اور شہنشاہ دو عالم ﷺ کی ملکہ معظمہ اور محبوبہ ہوتے ہوئے ایک مفلس اور بیکس و لاچار مہاجرہ عورت کو پیار و محبت کے ساتھ گھنٹوں اپنے پاس بٹھا کر اس سے باتیں کر کے اس کی دلجوئی و دلداری فرمایا کرتی تھیں کیوں نہ ہو کہ حضور اقدس ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ تاکید فرمائی تھی کہ۔

یَا عَائِشَۃُ لَا تَرُدِّی الْمِسْکِیْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ یَا عَائِشَۃُ اَحِبِّی الْمَسٰکِیْنَ وَقَرِّبِیْھِمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُقَرِّبُکِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

رواہ الترمذی۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۴۷)

اے عائشہ! مسکین کو واپس مت لوٹاؤ کچھ نہ ہو سکے تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دیدو، اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کرو اور ان کو اپنے قریب بٹھاؤ۔ تو اللہ قیامت کے دن تم کو اپنا قرب عطا فرمائے گا۔

اور خود اس بارے میں حضور شہنشاہ دو عالم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ تو ہر مومن کے لئے بہت ہی فکر انگیز و عبرت آموز اور واجب العمل ہے۔ کہ حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا مانگا کرتے تھے کہ۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْناً وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْن

یا اللہ تو مجھ کو مسکین ہونے کی حالت میں زندہ رکھ۔ اور مسکینی ہی کی حالت میں مجھے وفات دے اور مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر فرما۔

اللہ اکبر! مسلمانوں: دعاء نبوی کے ان مقدس الفاظ کو بار بار پڑھ کر اور عبرت حاصل کرو۔ کہ شہنشاہِ کونین کے قلب مبارک میں مساکین غرباءِ مسلمین کی کتنی عزت تھی؟ اور آپ کی نگاہِ نبوت میں ان لوگوں کا کتنا احترام تھا اور یہ لوگ کس قدر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عزیز اور پیارے تھے؟۔

آجکل کے بعض مالداروں اور سیٹھوں کا جو طریقہ ہے کہ غریب و مسکین مسلمانوں کو دیکھ کر ناک بھوئیں سکیڑ لیتے ہیں اور انکو حقیر سمجھ کر اپنے پاس بٹھانا گوارا نہیں کرتے انہیں ان حدیثوں سے ہدایت کا نور حاصل کرنا چاہیئے اور مساکینِ امت اور غربائے مسلمین سے محبت اور انکی دلجوئی و دلداری کر کے حضرت اُمّ المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نقشِ قدم پر چل کر حضور سیّد عالم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کر کے قیامت کے دن خداوندِ قدوس کا قرب حاصل کرنا چاہیئے کہ مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھکر کوئی دولت نہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (واللہ تعالیٰ اعلم)

☆...☆...☆

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کس کے گیسوئے مشک بو سے مشامِ عالم مہک رہا ہے

استاذِ زمن مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمہ

نہیں وہ صدمہ یہ دل کو کس کا خیال رحمت تھپک رہا ہے
کہ آج رُک رُک کے خون دل کچھ مری مژہ سے ٹپک رہا ہے

لیا نہ ہو جس نے ان کا صدقہ ملا نہ ہو جس کو اُن کا باڑا
نہ کوئی ایسا بشر ہے باقی نہ کوئی ایسا ملک رہا ہے

کیا ہے حق نے کریم تم کو ادھر بھی لِلّٰہ نگاہ کر لو
کہ دیر سے بے نوا تمہارے ہاتھوں کو تک رہا ہے

ہے کس کے گیسوئے مشک بو کی شمیم عنبر فشاں نیموں پہ
کہ جائے نغمہ صفیر بُلبُل سے مشک اذفر ٹپک رہا ہے

یہ کس کے روئے نکو کے جلوے زمانے کو کر رہے ہیں روشن
یہ کس کے گیسوئے مشک بو سے مشامِ عالم مہک رہا ہے

حسؔن عجب کیا جو ان کے رنگ ملیح کی تہ ہے پیرہن پہ
کہ رنگ پُر نور مہر گردوں کئی فلک سے چمک رہا ہے

☆...☆...☆

تذکرۃ الاولیاء

حضور تاج العلماء

مفسر جلیل، تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی قدس سرہ العزیز

علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

محسن ملت' محدث ومفسر مولانا مفتی محمد عمر نعیمی ابن صدیق ربیع الآخر اکتوبر ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء میں بمقام مراد آباد میں پیدا ہوئے قرآن مجید الحاج حافظ محمد حسین سے پڑھا، فارسی اور صرف ونحو کی کتابیں مولانا نظام الدین سے پڑھیں، ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء کو صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت جلد علوم وفنون اور حدیث شریف کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ادب عربی اور طب میں دسترس حاصل کی صفر ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں سند فضیلت حاصل کی ، دستار بندی کے وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری' صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی' مولانا محمد فاخر الہٰی' شاہ عبدالمقتدر بدایونی، مولانا محب احمد بدایونی، مولانا عبدالماجد بدایونی۔ مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری، مولانا اعجاز حسین رامپوری وغیرہم فخر ملت اکابر اسلام جلوہ افروز تھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے دستار بندی کی رسم ادا کی۔

فراغت کے بعد مراد آباد میں اہل سنت کی عظیم درس گاہ جامعہ نعیمیہ کے مدرس اور مہتمم مقرر ہوئے، ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں شیخ المشائخ مولانا سید علی حسین کچھو چھوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے قیام مراد آباد کے دوران ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء میں نہایت اہم ماہنامہ السواد الاعظم جاری کیا یہ جریدہ ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک علوم اسلامیہ اور سنیت کا سرگرم نقیب رہا حالات حاضرہ اور ملکی سیاست پر زبردست تنقید وتبصرہ کے علاوہ دینی نقطۂ نظر سے راہنمائی کے فرائض بھی انجام دیتا رہا۔ مفتی صاحب نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے نائب ناظم کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں ۱۹۴۶ء میں بنارس کے تاریخی اجلاس میں تحریک پاکستان کی پرزور تائید فرمائی۔

تقسیم ملک کے بعد جب آپ نے دیکھا کہ ہندوستان میں عافیت سے رہنا مشکل ہے تو ہجرت کر کے بغداد شریف جانے کے ارادے سے کراچی تشریف لائے اور مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی کے اصرار پر کراچی ہی میں قیام پذیر ہوگئے' دار العلوم مخزن علوم عربیہ جاری کیا اور جامع مسجد آرام باغ میں اعزازی طور پر خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۲۳/ ذیقعدہ ۴ مارچ (۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء) میں کراچی میں وفات پائی آپ کا مزار شریف مسجد دار الصلوٰۃ ناظم آباد کراچی میں ہے، ''مفتی جنت محمد عمر'' (۱۳۸۵ھ) قطعہ تاریخ وصال ہے۔ جناب صابر براری نے درج ذیل تاریخ وفات لکھی ہے۔

ہو کیوں نہ چشم حق بیں یوں اشکبار صابر	عالم سے اٹھ گیا ہے اک عالم قدیمی
تھا جس کا فیض جاری دنیائے علم و دیں میں	تھی جس کی عطر پاشی خوشبوئے صد نسیمی
شیخ الحدیث تھے وہ اس دور حاضرہ کے	اسلاف ذی شرف کے مجموعۂ عمیمی
پہنچا دے ان کو یا رب دربار مصطفیٰ میں	دے خلد ان کو ، تیری ہر شان ہے کریمی
سال وصال صابر لکھ فقر کو ملا کر	ہادیٔ اہل سنت مفتی عمر نعیمی

مولانا ضیاء القادری بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل تاریخ کہی ہے۔

علم ذی جاہ ، مولانا عمر	تھے سراج علم ، مثل ماہ و مہر
اے ضیاء ہے آپ کا سال وصال	عالی ہمت رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۵)

☆...☆...☆

خصوصی مضمون

مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی قدس سرہ

علامہ عبدالحکیم شرف قادری

وسعت علم اور حاضر جوابی میں ان کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی تقویٰ اور پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے مسلک اہل سنت وجماعت کے تحفظ کے لئے تحریری اور تقریری کوششوں میں تمام عمر صرف کی وہ ایک ایسی شخصیت تھے جنہیں بلا تخصیص تمام مذاہب باطلہ کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا تھا۔ ہر روز قرآن مجید کے پانچ پاروں کی تلاوت اور شب بیداری آپ کے معمولات میں سے تھے۔ دورانِ تقریر آیات قرآنیہ سے اس کثرت سے استدلال کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔

۱۹۰۲ء میں مولانا محمد امین ابن حاجی عبدالملک کے گھر قصور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید والدِ ماجد سے پڑھا علوم دینیہ مولانا صلاح الدین، مولوی محمد حسین لکھوی، مولوی عطاء اللہ لکھوی، مولوی محمد عالم سنبھلی (لاہور) سے پڑھے۔ امام سنت امام احمد رضا بریلوی کے شاگرد رشید مولانا محمد حسین (امام و خطیب پلٹن فیروزپور) کے ہاں کچھ عرصہ زیرِ تعلیم رہے اور اس عرصہ میں مولانا کے شاگردِ رشید مولانا محمد جماعتی علیہ الرحمۃ (قصور) کے ہاں قیام پذیر رہے (جو ان دنوں فتووالہ میں مقیم تھے) مولانا علی محمد جماعتی کے بیان کے مطابق مولانا اچھروی بہت محنتی تھے۔

آپ نے مدرسہ رحمانیہ دہلی میں درس حدیث کی تحصیل کی اور سند مولوی عبداللہ روپڑی اہل حدیث سے حاصل کی۔ آپ نے تمام زندگی مسلک احناف کی بھرپور حمایت کی مولانا احمد علی سہارنپوری کے تلمیذ رشید مولانا احمد علی میرٹھی سے دوبارہ حدیث شریف کا درس لیا۔

حضرت مناظرِ اسلام نے تمام عمر تقریر اور مناظرہ میں صرف کرنے کے باوجود تصانیف کا بھی قابلِ قدر کتب کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، آپ کی مشہور اور مقبولِ عام تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱۔ مقیاس حنفیت ۲۔ مقیاس النور ۳۔ مقیاس الصلوۃ

۴۔ مقیاس المناظرہ ۵۔ یاس الخلاف ۶۔ مقیاس النبوۃ وغیرہ وغیرہ

آپ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے اور ان سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔

۲/ذوالقعدۃ المبارک، ۲۱ دسمبر (۱۳۹۱ھ/۱۹۱۷ء) کو آپ دار جاودانی کی طرف تشریف لے گئے مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد دامت برکاتہم العالیہ (علیہ الرحمہ) نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے صاحبزادوں میں سے مولانا محمد عبدالوہاب مدظلہ ان دنوں انگلینڈ میں تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دے رہے ہیں، مولانا عبدالتواب زید مجدہ مقیاس پریس کی نگرانی کے علاوہ تقریر و مناظرہ کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ دنوں مشہور شیعہ مناظر مولوی اسمٰعیل سے گھنگ شریف میں کامیاب مناظرہ کیا اور مدِ مقابل کو شکست دے کر والدِ ماجد کی یاد تازہ کر دی مولانا سلطان باہو زید مجدہ اور مولانا فقیر اللہ بھی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا شریف احمد شرافت نوشاہی نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا۔

جنابِ مولوی فخرِ زمانہ محمد آں مردِ یگانہ
بعلمِ دین عالی دستگا ہے بشرع و فقر بس والا نگا ہے
مناظر اہلِ حق بودہ با نصاف معین ملتِ بیضائے احناف
برائے اہلِ بدعت تیغ قاطع خلاف گمرہاں برہانِ ساطع
باعدائے نبی شمشیر براں بمیدانِ غزا چوں شیر غراں
گریزاں رافضی و ہم وہابی ہم ازوے قادیانی را خرابی
ندائے ارجعی از حق شنیدہ سوئے فردوس شدر و حش پریدہ
شرافت سالِ وصلش از جہاں ندا آمد بگو "مغفورِ دیاں"

دیگر

زہے مولوی محمد عمر کہ در دینِ حق بود مثلِ قمر
زترحیلِ وے چوں شرافت بجست ندا گشت "حافظ محمد عمر" (۱۳۹۱ھ)

☆...☆...☆

اس ماہ کا خصوصی

صدر الشریعہ بدر الطریقہ

حضرت علامہ مولانا حکیم محمد امجد علی الاعظمی علیہ الرحمہ

حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری

ولادت باسعادت:

شریعت کے صدر شہیر طریقت کے بدر منیر مولانا الحاج مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ مشرقی یوپی (انڈیا) مردم خیز قصبے گھوسی میں 1300ھ / 1882ء میں پیدا ہوئے۔ قصبہ گھوسی وہی تاریخی مقام ہے جہاں قدیم راجگانِ ہند کے بعض آثار اور ان کا قلعہ کوٹ کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ موجودہ دور میں "گھوسی" کی وجہ شہرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی جائے ولادت و دفن اور ایک کثیر تعداد میں علماء وطلبائے دین کی موجودگی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق گھوسی کے ہر گھر میں تقریباً دو علماء موجود ہیں۔ اس لئے اس قصبے کا دوسرا نام "مدینۃ العلماء" بھی ہے۔

ہے گھوسی سر زمین ہند کا وہ محترم خطہ
نجانے کتنے گوہر ہیں نہاں جس کے دفینے میں

خاندان

آپ کا گھرانہ علوم وفنون اسلامیہ کا دلدادہ تھا' والد ماجد اور جد امجد کو علم طب میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کے دادا مولانا خدا بخش صاحب جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل کی' صاحب کرامت بزرگ تھے۔

والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین عالم وفاضل اور ماہر طبیب تھے۔ طبی مہارت اور ریاست عظمت گڑھ کا ماہر ترین طبیب ہونے کی وجہ سے آپ کا ہر طرف شہرہ تھا۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا خدا بخش صاحب سے حاصل کی۔ ان کے وصال کے بعد مولوی الٰہی بخش صاحب سے کچھ پڑھا جو آپ کے قصبہ ہی میں مدرس تھے۔ پھر شوال 1314ھ میں جونپور کے لئے عازم سفر ہوئے۔ اس زمانہ میں ریل گاڑی نہ تھی گھوسی سے اعظم گڑھ پیدل اور وہاں سے جونپور اونٹ گاڑی پر پہنچے۔ ان دنوں مدرسہ حنفیہ جونپور میں حضرت استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خان صاحب کے فیضان علمی کا باڑا بٹ رہا تھا۔ علوم دینیہ کے متلاشی دور دور سے یہاں پہنچ رہے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ نے کچھ دن ابتدائی کتابیں اپنے چچا زاد بھائی مولانا محمد صدیق صاحب اور مولانا سید دھادی حسن صاحب سے پڑھیں پھر حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمۃ اپنے زمانے میں ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ علم وفضل میں فقید المثال بالخصوص معقولات وحکمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر علوم و فنون کی تحصیل کی تھی۔ زمانہ جنگ آزادی (1857) میں مولانا خیر آبادی علیہ الرحمۃ کے ساتھ ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ جزائر انڈیمان بھیج دیئے گئے تو استاد سے جدائی ہوئی اور خود مسند درس پر متمکن ہوئے تشنگانِ علوم کو اپنے فیض سے سیراب کرتے رہے۔ نہایت شفقت وتوجہ سے پڑھاتے تھے بالخصوص مولانا محمد صدیق صاحب' مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب اور مولانا امجد علی اعظمی پر ان کا خاص کرم تھا۔

قوتِ حافظہ

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کا حافظہ بہت مضبوط تھا۔ حافظہ کی قوت، شوق ومحنت اور ذہن کی سلامت روی کی وجہ سے تمام طلبہ سے بہتر سمجھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کتاب دیکھنے یا سننے سے برسوں تک ایسے یاد رہتی تھی جیسے ابھی دیکھی یا سنی ہو۔ تین مرتبہ کسی عبارت کو پڑھ لیتے تو یاد ہو جاتی۔ ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ ''کافیہ'' کی عبارت زبانی یاد کی جائے تو فائدہ مند ہوگا تو پوری کتاب ایک ہی دن میں یاد کر لی۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ تدریس

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کو شروع ہی سے پڑھانے کا شوق تھا۔ یہاں تک کہ زمانہ تعلیم میں ہی نچلے درجوں کے طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کی انہی خصوصیات اور نہایت ذوق وشوق کے ساتھ تحصیل علم کی وجہ سے حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ آپ پر بہت مہربان تھے۔ فرماتے تھے ''شاگرد ایک ہی ملا اور وہ بھی بڑھاپے میں۔''

محدث سورتی کے حضور

علوم عقلیہ سے فراغت کے بعد حسب الارشاد حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں علم حدیث حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس عظیم محدث اور کہنہ مشق مدرس کی خدمت میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ چودہ مہینے حاضر رہے۔ اس عرصہ میں شاید ہی کبھی چھٹی ملی ہو جمعہ کو بھی سبق ہوتے۔ محدث سورتی علیہ الرحمۃ مولانا امجد علی اعظمی پر خصوصی شفقت فرماتے۔ اگر کہیں تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ لے جاتے اور سفر میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا۔ بعض مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ''مجھ کو ساری عمر میں یہ ایک طالب علم ملا ہے جو محنتی بھی ہے اور سمجھدار بھی، علم سے شوق ودلچسپی رکھتا ہے۔''

1324ھ میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت سے سند فراغت حاصل کی زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کی لیاقت وصلاحیت کا اعتراف مدرسین سے لے کر اراکین مدرسہ تک کو تھا، جس کا اندازہ مہتمم مدرسۃ الحدیث کی اس رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع کرائی تھی۔ رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں:

> ''۶ ذی الحجہ 1324ھ کو بحمدہ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ رامپوری دام فیضہ نے لیا، مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغت کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی وکمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ، مسند شریف، کتاب الآثار شریف، موطا شریف، طحاوی شریف کا قرأۃً سماعۃً درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا جس کے باعث ممتحن صاحب وحاضرین نہایت شاداں اور ان کی حسن لیاقت وفہم وذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیب سر کی گئی''۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانۂ طالب علمی ہی میں حضرت صدرالشریعہ کی علمی لیاقت وصلاحیت پر آپ کے اساتذہ کرام کو حد درجہ اعتماد تھا۔ مزید توجہ کی بات یہ ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں یہ کمال تھا تو دور آخر میں کیا عالم ہوگا۔ جبکہ ناقص بھی پڑھاتے رہنے کے سبب کامل ہو جاتے ہیں اور ان کے علم میں نکھار آ جاتا ہے۔

تدریس کا آغاز

حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ یوں تو زمانۂ طالب علمی ہی میں جونپور اور پیلی بھیت میں نچلے درجات کے طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ پڑھانے کا آپ کو شوق بھی تھا۔ لیکن باقاعدہ تدریس کا آغاز یوں ہوا کہ قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ نے مدرسہ اہل سنت کے لیے مدرس اول، حضرت محدث سورتی علیہ رحمۃ کی خدمت میں خط لکھ کر طلب کیا۔ محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اپنے لائق فائق شاگرد مولانا امجد علی اعظمی کو بھیجا یاد رہے کہ یہ

وہی جگہ تھی کہ پہلے مولانا عبدالعزیز صاحب انبیٹھوی جو حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد رشید تھے اور منطقی مشہور تھے فائز تھے۔ ان کے بعد حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی مدرسِ اول رہے۔ جس جگہ ایسی مقتدر ہستیاں جو اپنے علم و فضل کے اعتبار سے نامی گرامی اور اپنی عمر کے لحاظ سے تجربہ کار تھیں ان کی جگہ پر ایک نئے شخص کا تقرر کتنا اہم کام تھا؟ حضرت صدر الشریعہ اس اہم عہدے پر فائز ہوئے اور ثابت کر دکھایا کہ وہ اس منصب کے واقعی اہل ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ پہلے ہی دن مدرسہ میں آپ کی شاندار تدریس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کی روداد حضرت صدر الشریعہ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:

"پہلے دن جب مدرسے میں جانا ہوا تو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ کون سی کتابیں پڑھانی ہیں اور کس جگہ سے پڑھانا ہے؟ دفعۃً سامنے ہدایہ جلد ثالث پڑھانے کے لیے پیش کی گئی۔ خود قاضی عبدالوحید صاحب جو ایک اچھے عالم تھے اور بعض دیگر علماء دیکھنے کی خاطر بیٹھ گئے۔ نئی جگہ نئی کتاب جس کی پیشتر سے خبر نہیں اور علماء کا بقصدِ امتحان وہاں موجود ہونا کس قدر پریشان کن اور وحشت ناک منظر اس شخص کے لیے ہوگا جو پہلے دن ذمہ دارانہ حیثیت سے مسند تدریس پر بیٹھا ہو لیکن اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ کا فضل و کرم اور اساتذہ کی دعاؤں کی برکت کہ سبق پڑھایا اور ایسا پڑھایا کہ سامعین دنگ رہ گئے۔

قاضی صاحب نے آپ کی علمی وجاہت و انتظامی صلاحیت پر اعتماد و اطمینان فرما کر مدرسہ کے تعلیمی امور کا آپ کو مالک بنا دیا۔

امام احمد رضا بریلوی سے پہلی ملاقات

مہتمم مدرسۂ اہل سنت جناب قاضی عبدالوحید صاحب بیمار پڑ گئے تو ان کی عیادت کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور محدث سورتی تشریف لائے۔ انہی دونوں بزرگوں کی موجودگی میں قاضی صاحب نے وفات پائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور محدث صاحب نے قبر میں اتارا۔ اسی موقعہ پر صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے پہلی مرتبہ اعلیٰ حضرت کی زیارت کی اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ فاضل بریلوی علیہ رحمۃ کے زہد و تقویٰ للٰہیت اور علمی مقام سے آپ بے انتہا متاثر ہوئے دل بے اختیار مرید ہونے کے لیے بے چین ہو گیا چنانچہ محدث سورتی کی رائے اور مشورے سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اعلیٰ حضرت کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔

قاضی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مدرسہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچا جن کو علم دین سے بالکل تعلق نہ تھا۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوا کہ خدمت دین جو مقصود اصلی ہے اب یہاں ممکن نہیں لہٰذا یکم رمضان المبارک 1326ھ کو وطن واپس آگئے اور مدرسہ میں استعفیٰ بھیج دیا۔ چونکہ خاندانی پیشہ طبابت تھا لہٰذا والد صاحب کے مشورے سے اس فن کی تحصیل کے لیے حکیم عبدالولی صاحب کے پاس لکھنؤ چلے گئے۔ دو سال میں تحصیل و تکمیل کے بعد وطن واپس ہوئے اور مطب شروع کر دیا۔ خاندانی پیشہ اور خداداد قابلیت کی بناء پر مطب نہایت کامیابی کے ساتھ چل پڑا۔

علم طب میں مہارت

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے " العلم علمان علم الادیان و علم الابدان "علم دو ہیں ایک دین کا علم دوسرے بدن کا علم۔ یہ فضل خداوندی ہے کہ مولانا امجد علی اعظمی علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم طب کے بھی وارث و امین تھے۔ جب کوئی مریض مرض سے شفایاب ہو جاتا۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی مدظلہ کا بیان ہے کہ صدر الشریعہ عموماً مریضوں کو اپنے برادر اکبر حکیم محمد علی گھوسوی کے پاس بھیجتے جو اپنے زمانہ کے بڑے حکیم مانے جاتے تھے لیکن اگر کوئی مریض شفایاب نہ ہوتا تو از خود دوا منگوا کر دیتے بفضلہٖ تعالیٰ مریض شفایاب ہو جاتا، انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قاری ساجد گھوسوی کی والدہ کے دانت میں شدید درد ہوا جس کی وجہ سے بے حد پریشان تھیں۔ جب بہت دوا و علاج کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا تو ایک دن حضرت صدر لشریعہ نے فرمایا کہ ایک پیسے کا کبابہ منگوالو اور اسے پیس کر مسوڑوں اور دانتوں پر مالش کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک ہی مالش سے درد جاتا رہا۔ طبابت خاندانی پیشہ ہونے کے باوجود صدر الشریعہ کا قلبی رجحان ادھر نہیں تھا اس لئے آپ نے یہ پیشہ ترک کر دیا۔ چھوڑنے کے اور بہت سے اسباب میں سے ایک سبب مندرجہ ذیل ہے۔

طبِ جسمانی سے طبِ روحانی کی طرف مراجعت

1329ھ میں آپ استاذ حضرت محدث سورتی اور مرشد امام احمد رضا فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہما) کی زیارت کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ حضرت محدث سورتی کی خدمت میں پہنچے انہیں جب معلوم ہوا کہ ان کے لائق فائق محنتی شاگردِ رشید نے تدریس کا کام چھوڑ کر مطب شروع کر دیا ہے تو بے حد غمگین ہوئے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ رخصت ہو کر بریلی جانے لگے تو ایک خط اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تحریر فرما کر دے دیا' اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے مولانا امجد علی اعظمی کو خدمتِ علم دین کی جانب متوجہ کرنے کی گذارش کی گئی تھی۔

جب آپ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں محدث سورتی کا خط لے کر پہنچے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ''طبابت اچھا کام ہے کہ **العلم علمان علم الا دیان و علم الا بدان** لیکن اس میں صبح سویرے قارورہ دیکھنا پڑتا ہے۔'' اس ارشاد میں جو روحانی تاثیر تھی صدر الشریعہ کے دل میں اس کا گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ مطب چھوڑ کر بریلی شریف میں دینی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ سچ ہے۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یہ مبالغہ آرائی نہیں حقیقت ہے کہ اگر ولی کامل امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی نظرِ فیض اثر صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی پر نہ پڑتی تو آپ گھوسی کے مطب کے طبیب ہی رہتے' ہزاروں تلامذہ کے استاذ اور بہارِ شریعت جیسی عظیم کتاب کے مصنف بننے کی سعادت حاصل نہ کر سکتے۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ تقریباً دو ماہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر رہ کر کچھ ترجمے وغیرہ کا کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رمضان شریف قریب آ گیا تو اپنے وطن جانے کی اجازت مانگی۔ اعلیٰ حضرت نے اس شرط پر اجازت دی کہ جب بلایا جائے تو فوراً چلے آئیں۔

دار العلوم منظر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس

تقریباً پانچ یا چھ ماہ کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے حضرت صدر الشریعہ کو دار العلوم منظر اسلام میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے طلب کیا۔ صدر الشریعہ فوراً بریلی شریف حاضر ہو گئے۔ بریلی آئے تو بریلی ہی کے ہو کر رہ گئے صبح و شام اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کی بافیض صحبتوں میں حاضر ہونے لگے۔ علم سے تپیدہ سینے کو عرفان و احسان کا سایہ مل گیا۔ اعلیٰ حضرت کا دستِ مبارک تھام کر اپنا مقصودِ حیات پا لیا۔ علم و فضل کے پیکر پر معرفت و حقیقت کا رنگ چڑھنے لگا اور صدر الشریعہ کی شخصیت دو آتشہ بن گئی۔ بریلی شریف میں صدر الشریعہ منظر اسلام کے معلم و مدرس کی حیثیت سے آئے تھے مگر اس دور کی شہرۂ آفاق درس گاہوں سے باعزاز فراغت کے باوجود صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کے حضور روحانی و قلبی علوم کے حصول کے واسطے طفلِ مکتب کی حیثیت اپنائی' ادب شناس' آسودۂ علم امجد علی کو امام اہل سنت کی صحبت نے گوہر شب تاب بنا کر عشق و آدابِ رسول ﷺ کا معلم بنا دیا۔ شیخ کامل نے فیوض و برکات کی داد و دہش سے فقیہِ عصر کے منصب پر لا کھڑا کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مولانا امجد علی اعظمی پر کس قدر مہربان تھے اس کا اندازہ مولانا بہاء المصطفیٰ قادری کے بیان کردہ واقعہ سے ہو گا:

مولانا نور الحسن و مولانا ظہور الحق (غالباً یہی نام ہیں) یہ دونوں حضرات علم معقولات میں اپنے کو منفرد سمجھتے تھے' اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ہمارا اور صدر الشریعہ کا امتحان لے لیں جو کامیاب ہو اس کو دار العلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین بنا دیں صدر الشریعہ اس وقت دار العلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین تھے' اس پر اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا میں نے سب کا امتحان لے لیا ہے مگر میرے دل کو مولوی امجد علی بھا گئے ہیں۔

بریلی کی مصروفیات

بریلی میں دو کام مستقل تھے ایک دار العلوم منظر اسلام میں تدریس اور دوسرا مطبع اہل سنت پریس کا کام یعنی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح' کتابوں کی روانگی' خطوط کے جواب' آمد و خرچ کے حساب یہ سارے کام تنہا انجام دیا کرتے تھے۔ ان کاموں کے علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے بعض مسودات کا مبیضہ کرنا'

فتوؤں کی نقل اوران کی خدمت میں فتوئی لکھنا' یہ کام بھی مستقل طور پر انجام دیا کرتے تھے۔ پھر شہر و بیرون جات کے اکثر تبلیغی جلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

کاموں کی تقسیم اوقات یوں تھی کہ بعد نماز فجر ضروری وظائف وتلاوت قرآن پاک کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پریس کا کام انجام دیتے پھر فوراً مدرسہ جا کر اخیروقت مدرسہ تک تعلیم دیتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد مستقلاً دو تین بجے تک پھر پریس کا کام انجام دیتے۔ ظہر کے بعد عصر تک پھر مدرسہ میں تعلیم دیتے۔ بعد نماز عصر سے مغرب تک اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں نشست فرماتے۔ بعد مغرب سے عشاء کے بعد بارہ بجے شب تک اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں فتوئی نویسی کا کام انجام دیتے اس کے بعد مکان واپس ہوتے اور بہار شریعت کی کچھ سطور تحریر فرما کر تقریباً دو بجے شب میں آرام فرماتے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے اخیر زمانہ حیات تک کم وبیش دس برس یہی معمول رہا۔ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کی اس محنت شاقہ وعزم واستقلال سے اس دور کے اکابر علماء حیران تھے۔ حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب فرماتے تھے کہ مولانا امجد علی کام کی مشین ہیں لیکن ایسی مشین جو کبھی فیل نہ ہو۔

ناقابل فراموش کارنامہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد خان بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ قرآن مجید مسمّٰی باسم تاریخی کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (1330ھ/1911ء) کی افادیت' اہمیت اور دیگر تراجم پر فوقیت محتاج بیان نہیں۔ یہ عظیم الشان' محافظ ایمان' ترجمہ قرآن صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی مساعی جمیلہ سے معرض وجود میں آیا۔ امام احمد رضا بریلوی کو خود قرآن پاک کے ترجمہ کی ضرورت کا احساس تھا' لیکن تصنیف وتالیف اور دیگر علمی مصروفیات کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے اس کام میں تاخیر ہوتی رہی۔ آخر ایک دن صدرالشریعہ قلم' دوات اور کاغذ لے کر حاضر ہو گئے اور ترجمہ شروع کرنے کی درخواست کی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی وقت ترجمہ شروع کر دیا۔ پہلے پہل ایک آیت کا ترجمہ ہوتا' پھر محسوس کر کے کہ اس طرح تکمیل میں بہت دیر لگ جائے گی۔ ایک ایک رکوع کا ترجمہ ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدرالشریعہ اور دیگر علماء مستند تفاسیر کے ساتھ ترجمہ کی مطابقت تلاش کرتے۔ انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی کہ اعلیٰ حضرت جو ترجمہ تیاری اور مطالعہ کے بغیر لکھواتے ہیں' اکثر تفاسیر کے مطابق ہوتا ہے' اس سلسلے میں حضرت صدرالشریعہ بعض اوقات رات کے دو دو بجے تک مصروف رہتے۔

صدرالشریعہ پر اعلیٰ حضرت کی عنایات

صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے مسلسل محنت کے سبب اعلیٰ حضرت کی نظر میں مقام پیدا فرما لیا تھا۔ اعلیٰ حضرت آپ پر نہایت عنایت وشفقت اور اعتماد فرماتے تھے۔ منظر اسلام کے تمام مدرسین پر آپ کو ترجیح دیتے تھے۔ ''ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام کے جملہ مدرسین وطلباء کے متعلق حکم صادر فرمایا کہ سب لوگ وضو مولانا امجد علی صاحب کے سامنے کریں اور پھر ان کی نگرانی میں دو رکعت بالجبر ادا کریں اور حکم دیا کہ ان کے وضو اور نماز کو اچھی طرح دیکھا جائے اور اس میں جو کچھ غلطیاں ہوں بتائی جائیں' جن لوگوں کی غلطیاں دیکھی جائیں ان کو موقع دیا جائے کہ کچھ دنوں مشق کرنے کے بعد پھر اپنے وضو اور نمازوں کا امتحان دیں جس کے متعلق (مولانا امجد علی) کہہ دیں کہ اس کا وضو اور نماز صحیح ہے وہی شخص شہر کی مسجد میں امامت کر سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ تمام مدرسین وطلبہ نے اس حکم کی پابندی کی اور بفضلہ تعالیٰ اپنا وضو اور نمازیں لوگوں نے درست کیں۔ ایک مدرس صاحب کو یہ چیز ناپسند آئی اور انہوں نے کسی کے سامنے وضو اور نماز کا امتحان دینا باعث ذلت سمجھا اور وہ مدرسہ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر وطن واپس چلے گئے۔

صدرالشریعہ کا لقب

حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم وفنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن انہیں تفسیر' حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ

تھا۔ فقہی جزئیات ہمیشہ نوک زبان پر رہتی تھیں۔ اسی بناء پر دور حاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں موقع بموقع اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے کمال فقاہت کو ظاہر فرمایا کرتے تھے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔

خلافت واجازت از اعلیٰ حضرت

اٹھارہ ذی الحجہ 1333ھ کو بموقع عرس سراپا اقدس حضرت سیدنا آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز ورضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر کسی تحریر وطلب کے اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کو جملہ سلاسل قادریہ قدیمہ وجدیدہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی اجازت تامہ وعامہ عطا فرمائی اور اپنا خلیفہ مطلق کیا اور اپنا عمامہ سر اقدس سے اتار کر حضرت صدر الشریعہ کے سر پر باندھا اور اپنی زبان پاک سے یہ الفاظ فرمائے کہ "جملہ وظائف واذکار واعمال اور اپنی تمام مرویات حدیث فقہ وجملہ علوم کی اور اپنی تمام تصانیف کی بلا استثناء میں اجازت تامہ وعامہ دیتا ہوں تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے نہایت محبت بھرے انداز میں آپ کا ذکر یوں فرمایا۔

میرا امجد، مجد کا پکا

اس سے بہت کچھ پاتے یہ ہیں

وصال پُر ملال

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

سفرِ حرمین یا سفرِ آخرت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ 1337ھ/1919ء میں عین جوانی کے عالم میں پہلی مرتبہ حج وزیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ حالانکہ ہمارے یہاں پاک وہند میں عام رواج یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنے تمام بچوں کی شادیاں کر لیتا ہے اور سب کے رہنے کے لیے مکان بنوا لیتا ہے، پھر حج کرتا ہے۔ لیکن حضرت صدر الشریعہ علیہ رحمۃ نے عین جوانی کے عالم میں حج کیا۔ خود فرمایا کہ میں حج وزیارت کے لیے شب وروز بے تاب رہتا جب حج کے لیے قافلہ نکلتا تو دل مسوس کر رہ جاتا۔ میرے پاس اتنا سرمایہ جمع نہیں ہو پاتا کہ میں حج وزیارت کر سکوں مگر کچھ نہ کچھ اس کے لیے پس انداز کرتا رہا ابھی پوری رقم جمع نہ ہو پائی تھی کہ بیتابی برداشت کی منزلوں سے آگے بڑھ گئی۔ اس زمانے میں حج کے سفر میں کم از کم تین مہینے ضرور صرف ہوتے تھے عموماً چار مہینے لگ جاتے تھے چار ماہ کے لیے بچوں کے لیے نان ونفقہ کے واسطے گھر چھوڑنا پھر حج کے اخراجات کے لیے رقم ہونا مشکل نظر آرہا تھا۔ لیکن جب بے تابی بہت زیادہ بڑھ گئی تو میں نے کچھ قرض لیے اور حج کے لیے گیا، آپ کو دھوم دھام سے بچوں کی شادی کے لیے قرض لینے والوں کی فہرست بہت لمبی ملے گی مگر حج کے لیے قرض لینے والوں کی سوائے حضرت صدر الشریعہ کے شاید ہی کوئی مثال ہو۔

1367ھ/1948ء میں حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے حج کا قصد فرمایا اطلاع جب حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کو ملی تو آپ نے بھی عزم مصمم کر لیا کہ میں بھی دوسری مرتبہ حاضری دوں حالانکہ ان دنوں بصارت بہت کمزور ہو چکی تھی اتنی کہ خطوط اور فتاویٰ بھی املاء کروایا کرتے تھے۔ مگر عشق رسول ﷺ نے جو آگ سینے میں لگا رکھی تھی اس نے اس عذر کی بھی پرواہ نہیں کرنے دی اور بے خطر حج وزیارت کے لیے درخواست دے دی۔

پروگرام یہ طے ہوا کہ دولت کدے سے پہلے بریلی شریف حاضری دیں اور پھر وہاں سے حضرت مفتی اعظم ہند کے ہمراہ بمبئی جائیں۔

سوز وگدازِ عشق

اس سفر میں حضرت صدر الشریعہ پر ایک عجیب وارفتگی کی کیفیت طاری تھی۔ مفتی شریف الحق امجد علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں۔

26 شوال 1367ھ کو گھوسی سے روانگی طے ہوئی۔ 25 شوال کی شام کو جب بعد عشاء حضرت چارپائی پر لیٹ گئے تو میں نے اور حافظ ملت نے پاؤں دبانا شروع کر دیئے۔ اسی اثناء میں حضرت صدر الشریعہ کی زبان پر یہ شعر جاری ہوا۔

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں

اسی میں عمر الٰہی تمام ہو جائے

حافظِ ملت نے عرض کیا کہ اب بھی جب قافلہ مدینے کی طرف چلتا ہے تو زائرین بڑے ذوق وشوق سے شعر کو پڑھا کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔ فرمایا پڑھتے ہوں گے۔ مولوی سبحان اللہ کو بلاؤ۔ مولوی سبحان اللہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ حضرت جامی کی وہ نظم پڑھو۔

احن شوقا الی دیار لقیت فیھا جمال سلمی

خاص بات یہ ہے کہ مولانا سبحان کی آواز کوئی اچھی نہ تھی۔ بس وہ اپنی ایک خاص لے میں پڑھتے تھے۔ نظم کے چند اشعار یہ ہیں۔

احن شوقا الی دیار لقیت ۔۔۔ جمال سلمی

کہ می رساند ازاں نواحی قیام وصلت بجا نیما

ترجمہ: ان دیار کے شوق میں رو رہا ہوں جن میں، میں نے محبوب کا جمال دیکھا تھا کہ اس کی طرف سے وصل کا پیغام ہماری جانب پہنچ رہا ہے۔

حریم کوئے تو کعبۂ دل جمال روئے تو قبلۂ جاں

فان سجدنا الیک نسجد وان سعینا الیک نسعٰی

ترجمہ: تیری گلی دل کا قبلہ ہے تیرا جمال جان کا قبلہ۔۔۔ اگر ہم سجدہ کرتے ہیں تو تیری طرف سجدہ کرتے ہیں سعی کرتے ہیں تو تیری طرف سعی کرتے ہیں۔

بناز گفتی فلاں کجائی چہ بود حالت درس جدائی

مرضت شوقاً ومت ھجرا فکیف اشکو الیک شکوٰی

ترجمہ: تو نے ناز سے پوچھا اے فلاں تو کہاں تھا۔۔۔ جدائی میں تیری حالت کیسی تھی (میں نے عرض کیا) شوق میں بیمار ہوا ہجر میں گیا تمہاری شکایت کیا کروں۔

جب مولانا سبحان اللہ نے اخیر کا شعر پڑھا تو حضرت صدر لشریعہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے بار بار اسی شعر کی تکرار کراتے رہے اور تڑپتے رہے۔

ہم نے کسی سوختہ جگر عاشق کو تڑپتے ہوئے کبھی نہ دیکھا تھا مگر اس رات محبوب خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ایک دیوانے کو تڑپتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا۔ حافظ ملت اور میں خود دم بخود بہت دیر تک یہی کیفیت رہی۔ حافظ ملت نے جب دیکھا کہ حضرت صدر الشریعہ کا حال غیر ہوتا جا رہا ہے تو مولانا سبحان اللہ کو حکم دیا کہ دوسری نظم شروع کرو۔ انہوں نے اسی پر عمل کیا آج اچھی طرح یاد نہیں وہ نظم کون سی تھی بہر حال اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کچھ دیر بعد حضرت کو افاقہ ہو گیا۔

یہی لکھتے ہیں۔ "صبح کو وداع کہنے والوں کے جم غفیر کے ساتھ حضرت اسٹیشن روانہ ہوئے اور نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ نعت خوانی کا سلسلہ

شروع ہوتے ہی حضرت پر خودفراموشی کا عالم طاری ہوگیا۔ قدم لڑکھڑانے لگے' آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے میں نے جب یہ حال دیکھا تو حضرت کا بازو پکڑلیا۔ دوسری طرف مولانا سبحان اللہ نے بازو تھام لیا۔ اس عالم کیف و مستی میں اسٹیشن روانہ ہوئے۔ ابتداءً حضرت کی فرمائش کے مطابق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی مشہور نعت پڑھی گئی۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

کچھ دیر کے بعد حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب کی وداعی نظم پڑھی جانے لگی جس کے مطلع کا صرف ایک ہی مصرع یاد ہے۔

چلا بیت الحرم کو قافلہ صدر شریعت کا

جب یہ نظم شروع کی گئی تو حضرت کا جو حال تھا وہ تھا ہی پورا مجمع کیف و مستی میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ استغراق کا یہ عالم تھا کہ حضرت کے بچپن کے ساتھی جناب عبدالحئی خان صاحب رضوی' راستے میں آکر ملے مگر حضرت نے کوئی توجہ ان کی طرف نہیں کی۔ ہمیشہ کی عادت یہ تھی کہ جب بھی خان صاحب موصوف ملتے تو خوشی سے حضرت کی باچھیں کھل جاتیں اور بے تکلفی کی باتیں شروع ہو جاتیں لیکن اس وقت فانی فی الرسول باقی بالرسول استغراق کی ان گہرائیوں میں تھا کہ دوست واحباب تو کیا چیز ہیں شاید اپنی بھی خبر نہ رہی ہو۔

اسٹیشن پہنچے تو گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی ایک گھنے درخت کے نیچے فرش بچھا دیا گیا۔ حضرت نے سب الوداع کہنے والوں کو بٹھایا اور وداعی تقریر فرمائی آج نہ وہ مضمون یاد ہے وہ الفاظ لیکن ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہم سب کو ہمیشہ کے لیے الوداع فرمار ہے ہیں پھر بیٹھ گئے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر استغراقی حال طاری ہوگیا۔۔۔ اتنا کہ سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا فداء المصطفیٰ اس وقت بہت چھوٹے بچے تھے ان پر والدین کی عارضی جدائی کے احساس سے بہت پژمردگی طاری تھی۔ میں نے ان کو لاکر حضرت کے سامنے پیش کیا۔ عرض کیا حضور یہ فداء المصطفیٰ ہیں۔ ایک بار کی گذارش پر کوئی توجہ نہیں کی دوبارہ کچھ بلند آواز سے عرض کیا تو آنکھیں کھولیں۔ ان پر نظر ڈالی اور فرمایا سب کو خدا کے سپرد کیا۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ مئوشاہ گنج اسٹیشن سے ہوتے ہوئے شہر مرشد بریلی پہنچ گئے۔ راستے میں شدید بارش ہوئی۔ جس کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ کو شدید بخار ہوگیا۔ بخار کی حالت میں ہی آپ نے اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر آخری حاضری دی بخار کی شدت اتنی تھی کہ کبھی کبھی بے ہوشی کا سا عالم ہو جاتا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی علم دین کی ترویج و اشاعت کی خدمت بدستور انجام دیتے رہے۔ آخری وقت تک ذہن اور حواس سلامت رہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انہی ایام میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چند مسائل کا استفتاء ہوا۔ مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ ابھی جواب مستحضر نہیں ہے اور سفر حج کی تیاری کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی فرصت بھی نہیں۔ یہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے سامنے پیش کرو۔ وہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کو سنائے گئے آپ نے اسی شدت مرض کے عالم میں بستر پر لیٹے لیٹے تمام سوالات حل فرما دیئے۔

بخار کی شدت کے پیش نظر ساتھیوں نے سفر ملتوی کرنے کا مشورہ دیا مگر آپ نے یہ کہہ کر "اگر عمر کا پیمانہ لبریز ہو ہی چکا ہے تو اس سے بڑھ کر کون سی فیروزمند موت ہو سکتی ہے کہ راہِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنی جان دے دوں" سفر جاری رکھا۔

بریلی سے حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی معیت میں بمبئی روانہ ہوئے۔ بمبئی پہنچتے پہنچتے بخار شدید نمونیہ کی صورت اختیار کر گیا۔ بمبئی اسٹیشن سے آپ کو قیام گاہ لایا گیا اور علاج شروع ہوا۔ لیکن کئی دن کے علاج کے باوجود افاقہ نہ ہوا۔ اس سے آگے کے حالات اب رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

صدر الشریعہ کے آخری لمحات

میں اپنے اس افتخار کے لیے اپنے مقدر پر ناز کرتا ہوں کہ مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے آخری لمحات کا نہ صرف عینی شاہد اور خادم ہوں بلکہ حضرت کا جنازہ مبارکہ بمبئی سے گھوسی تک پہنچانے کا اعزاز بھی تنہا مجھی کو حاصل ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ 1948ء میں جب ہمارا قیام ناگپور میں مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم کے صدر مدرس کی حیثیت سے تھا اچانک ایک دن بمبئی سے حضرت صدر الشریعہ کا ٹیلی گرام موصول ہوا کہ تم فوراً بمبئی پہنچو۔

ناگپور سے بمبئی کا سفر صرف بارہ گھنٹے کا تھا۔ اسی دن بمبئی کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دھوراجی کے عبدالکریم رحمت والے میمن کے یہاں قیام ہے جو حضرت کے مرید خاص تھے۔ جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا حضرت بستر علالت پر ہیں اور غشی کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ جو میری سگی بہن تھیں وہ بھی حضرت کے ساتھ ہی تھیں۔

تفصیل دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت صدر الشریعہ دونوں حضرات بریلی شریف میں اپنی اپنی اہلیہ کے ساتھ حج و زیارت کی نیت سے روانہ ہوئے۔ راستے میں سخت بارش ہوئی اور حضرت صدر الشریعہ کو ٹھنڈک لگ گئی جس کی وجہ سے بخار آ گیا۔ اور بمبئی پہنچتے پہنچتے حضرت پر نمونیہ کا حملہ ہو گیا۔

بڑی مشکل سے انہیں بمبئی اسٹیشن سے قیام گاہ تک لایا گیا۔ پہنچتے ہی فوراً شہر کے مشہور معالج بلوائے گئے اور ان کا علاج شروع ہو گیا۔ کئی دن کے علاج کے بعد بھی افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو حضرت کے حکم پر مجھے بمبئی پہنچنے کے لیے ناگپور ٹیلی گرام دلوایا گیا سخت بخار اور نمونیہ کی شدت سے حضرت پر غشی کی کیفیت طاری رہتی تھی لیکن کبھی کبھی ہوش میں آ جاتے تھے۔ اس وقفے میں حضرت نے مجھے پہچان لیا اور ارشاد فرمایا اچھا ہوا تم آ گئے۔

مفتی اعظم اور حضرت کا سفر ایک ہی ساتھ بحری جہاز سے طے تھا۔ بمبئی میں مفتی اعظم کا قیام کسی اور جگہ تھا۔ حضرت کی عیادت کے لیے روزانہ تشریف لاتے تھے۔ تاریخ روانگی سے ایک دن قبل بھی ملاقات کے لیے تشریف لائے ان کی آمد پر عقیدت مندوں کا کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ اسی اثناء میں نعت خوانی شروع ہو گئی جیسے ہی پڑھنے والوں نے اعلیٰ حضرت کی نعت کا یہ مصرعہ پڑھا۔

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

حضرت صدر الشریعہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا مجھے تکیہ کے سہارے بٹھا دو۔ جب تک نعت خوانی ہوتی رہی آنکھیں بند کیے ہوئے حضرت اسی طرح بیٹھے رہے۔ دوسرے دن ساڑھے بارہ بجے شب میں جہاز کے کھلنے کا وقت تھا۔ سر شام ہی حضور مفتی اعظم بعد نماز مغرب آخری ملاقات کے لیے تشریف لائے وہ کیفیت تعبیر و بیان کی گرفت میں نہیں آ سکتی جو دم رخصت دونوں پر طاری تھی۔ پر نم آنکھوں نے کیا کہا' لرزتے ہوئے ہونٹ کیا کہنا چاہتے تھے کوئی نہیں سمجھ سکا۔ بس اتنا یاد ہے کہ بھرائی ہوئی آواز میں ایک مریض عشق نے مفتی اعظم کو ان لفظوں میں رخصت کیا۔

''جایئے! میں بھی پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔''

بالیں سے جدا ہوتے وقت مفتی اعظم کا اضطراب شاید وہاں پہنچ گیا تھا جہاں سے ایک ہجراں نصیب عاشق نے یہ شعر کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

ہزار قوت ضبط و تحمل کے باوجود مفتی اعظم اپنی آنکھوں کے آبشار پر کوئی بند نہیں باندھ سکے۔ ان کے نورانی چہرے پر آنسوؤں کا تلاطم دیکھ کر سارا مجمع بے قابو ہو گیا۔ بہت سے لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور گھر کے اندر ایک کہرام برپا ہو گیا۔

مفتی اعظم کے رخصت ہوتے وقت ہی حضرت کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی۔ گھبراہٹ کے ساتھ سانس کی رفتار تیز ہو گئی۔ فوراً ڈاکٹر بلوائے گئے۔ انہوں نے کئی طرح کے انجکشن دیئے لیکن سانس کی رفتار میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔

اچانک ڈاکٹروں نے ناخنوں اور آنکھ کے اندرونی حصوں کا معائنہ کیا اور انتہائی حسرت ویاس کے ساتھ کہا اب حضرت کا آخری وقت آ گیا ہے۔ جو کچھ جسے کہنا سننا ہو کہہ سنائے۔

آثار وقرائن سے جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب حضرت گھڑی دو گھڑی کے مہمان ہیں۔تو انہوں نے ہمشیرہ مخدومہ کے لیے کمرہ خالی کر دیا۔ جب وہ تشریف لائیں اور حضرت کو اس حال میں دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اس وقت میرے اور ان کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ان کے رونے کی آواز سن کر حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور اتنا کہہ کہ پھر آنکھیں بند کر لیں کہ ''روتی کیوں ہوں میں تمھارے ساتھ گھوسی چلوں گا''۔

اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تیز رو مسافر چلتے چلتے اچانک رک جائے اور کچھ کہہ کر پھر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے۔ جب ہمشیرہ مخدومہ روتے روتے نڈھال ہو گئیں تو گھر کی عورتیں انہیں سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

اس کے چند منٹ کے بعد سانس کی رفتار مدہم ہوگئی اور دیکھتے دیکھتے دنیائے اسلام کا سب سے بڑا فقیہ، شریعت کا صدر شہیر اور طریقت کا بدر منیر اپنے لاکھوں شیدائیوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔عین آدھی رات کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔

لوگوں نے بتایا کہ ایک عاشق صادق کی بیقرار روح کی پرواز کا وقت بالکل وہی تھا جب سفینۂ حجاز نے بمبئی کے ساحل سے روانگی کا سائرن بجایا تھا۔

حجاز کی مقدس سرزمین پر حضور مفتی اعظم کا ورود مسعود ایک ہفتہ کے بعد ہوا لیکن ان کا رفیق سفر ان سے پہلے پہنچ گیا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

صدر الشریعہ کا جنازہ مبارکہ، بمبئی سے گھوسی تک

اس حادثہ فاجعہ کی خبر بجلی کی طرح بمبئی کے طول وعرض میں پھیل گئی۔ جو جہاں تھا وہیں سے خبر کی تحقیق کے لیے چل پڑا۔صبح ہوتے ہوتے ہزاروں کی بھیڑ جمع ہوگئی۔رات ہی کو حضرت کے متوسلین ومعتقدین نے اپنے طور پر طے کر لیا تھا کہ حضرت کو بمبئی ہی میں رکھا جائے اور یہیں ان کا نہایت شاندار مقبرہ بنایا جائے۔چنانچہ اس کے لیے انہوں نے مناسب جگہ کی تلاش بھی شروع کر دی۔

صبح کو ان لوگوں نے اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہم لوگوں کی اپنی خواہش ہے لیکن حضرت مخدومہ کی رائے معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ان کی مرضی معلوم کیے بغیر ہم کچھ نہیں کریں گے۔رات بھر حضرت مخدومہ کو غشی آ رہی تھی وہ اس قابل ہی نہیں تھیں کہ ان سے کوئی بات کی جائے صبح کو کچھ طوفان تھما تو حضرت کے جنازۂ مبارکہ کے متعلق معتقدین کی خواہش سے میں نے انہیں باخبر کیا۔یہ سنتے ہی وہ ابل پڑیں اور بڑی مشکل سے یہ کہہ سکیں کہ حضرت کا جنازہ ہم اپنے ساتھ گھوسی لے جائیں گے۔بچوں نے پوچھا کہ ابا میاں کہاں ہیں تو میں کیا جواب دوں گی۔ہم ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ حضرت کو یہاں رکھا جائے اتنا کہنے کے بعد پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

مخدومہ آپا جان کی یہ بات میں نے ان لوگوں تک پہنچا دی۔ بڑی مشکل سے وہ لوگ اس بات کے لیے راضی ہوئے۔ جنازۂ مبارکہ کو بمبئی سے باہر لے جانے کے لیے پہلے کئی مراحل طے کرنے تھے۔ پہلا مرحلہ تو ڈاکٹروں سے اجازت حاصل کرنی تھی کہ لاش باہر جا سکتی ہے۔دوسرا مرحلہ کارپوریشن کی اجازت کا تھا اور تیسرا مرحلہ ریلوے سے ریزرویشن کا تھا۔

سب سے پہلے وہ ڈاکٹروں سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے گئے۔ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس شرط پر ہم لاش کو باہر جانے کی اجازت دیں گے

کہ پیٹ چاک کرکے اندر کا سارا حصہ ہم نکال دیں گے اور اندر کچھ دوائیں رکھ دیں گے۔

یہ خبر لے کر وہ گھبرائے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ مخدومہ سے دریافت کیجئے کہ کیا وہ اس کے لیے رضا مند ہیں۔ مخدومہ یہ خبر سنتے ہی رونے لگیں اور کہا کہ میں ہرگز اس کے لیے راضی نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بغیر بھی پردۂ غیب سے کوئی صورت ضرور نکلے گی کیونکہ حضرت نے اپنی وفات سے کچھ ہی دیر پہلے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم روؤ نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو وہ پھر جائیں اور اپنی کوشش جاری رکھیں۔ خدا نے چاہا تو اس کی نوبت نہیں آئے گی اور کوئی صورت غیب سے ضرور نکلے گی۔

چنانچہ مخدومہ کے حکم پر وہ لوگ دوبارہ جے جے اسپتال گئے اور اس کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے ملاقات کی اور واقعہ کی ضرورت واہمیت سمجھاتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ آپریشن کے بغیر لاش کو باہر لے جانے کی کوئی صورت نکل سکتی ہو تو ازراہ کرم ہماری مدد کیجئے۔ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اسے حسن اتفاق کہئے یا خدا کی غیبی مدد کہ آج ہی تین دن کے دورے پر امریکہ سے ایک سرجن آیا ہے جو لاشوں کو محفوظ کرنے کے فن میں ایکسپرٹ مانا جاتا ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں شاید اس کے پاس کوئی ایسا فارمولا ہو جس میں آپریشن کی ضرورت نہ پڑے۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر جب واپس آیا تو اس کے چہرہ پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی اس نے بتایا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بس اتنا کیجئے کہ جب جنازہ تابوت میں رکھ دیا جائے تو سیل کرنے سے پہلے میرے پاس آجایئے آپ کو چند گولیاں دی جائیں گی انہیں تابوت میں رکھ دیجئے' اس ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر باہر کی ہوا تابوت کے اندر داخل نہ ہو تو تین مہینے تک لاش خراب نہیں ہوگی۔

مخدومہ آپا جان کو جب یہ اطلاع دی گئی تو وہ سجدۂ شکر میں گر پڑیں۔ اور بیساختہ کہا کہ یہ حضرت صدرالشریعہ کا کھلا ہوا تصرف ہے۔ پہلا بنیادی مرحلہ طے ہو جانے کے بعد اب کارپوریشن سے اجازت کا مرحلہ باقی تھا وہ بھی بفضلہ تعالیٰ چند گھنٹوں میں طے ہو گیا۔ اب تیسرا مرحلہ ریلوے کے محکمہ سے تعلق رکھتا تھا۔ سارے کاغذات لے کر جب وہ لوگ اسٹیشن پہنچے تو حسن اتفاق سے بمبئی کے ایک انتہائی بارسوخ شخص سے وہاں ان کی ملاقات ہوگئی جس کا ریلوے کے حکام پر بہت گہرا اثر تھا۔ اس نے تھوڑی ہی دیر میں کلکتہ بمبئی میل سے مغل سرائے تک سیکنڈ کلاس کے دو برتھ ریزرو کرا دیئے اور جنازہ مبارکہ کے تابوت کے لیے ایک وین بھی گھوسی تک کے لیے بک ہوگئی۔

جب وہ لوگ سب کچھ کر کرا کر قیام گاہ پر واپس لوٹے تو غسل کی تیاری ہو رہی تھی۔ ظہر کے وقت تک تجہیز و تکفین سے لوگ فارغ ہو گئے۔ ظہر کے بعد ہزاروں عقیدتمندوں کے اصرار پر ایک بہت بڑے میدان میں جنازے کی نماز پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض جمعیۃ علمائے اہل سنت کے سربراہ حضرت مولانا حکیم فضل رحیم صاحب نے انجام دیئے۔ اس زمانے میں انہیں کے دفتر سے محرم الحرام کے جلسوں کے لیے واعظین ومقررین فراہم کیے جاتے تھے۔ محرم کے زمانے میں بھنڈی بازار میں واقع ان کا دفتر مسافر خانے میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

کلکتہ بمبئی میل اس وقت 9 بجے شب میں بمبئی سنٹرل سے روانہ ہوتا تھا۔ حضرت کا جنازہ مبارکہ عصر کی نماز کے بعد قیام گاہ سے ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں اسٹیشن کے لیے روانہ ہوا۔ راستے بھر تابوت شریف پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہوتی رہی گلاب کی پنکھڑیوں اور ہاروں سے تابوت اس طرح ڈھک گیا تھا کہ تابوت شریف نظر نہیں آتا تھا۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں جنازہ مبارکہ مغرب کے وقت اسٹیشن پر پہنچا۔ مغرب کی نماز پلیٹ فارم پر ادا کی گئی۔ جیسے ہی تابوت شریف پلیٹ فارم پر رکھا گیا ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ جمع ہوگئی۔ مجمع میں بہت سے نعت خواں حضرات بھی موجود تھے۔ فرط شوق میں انہوں نے نعت خوانی شروع کر دی۔ اس وقت کا منظر اتنا رقت انگیز ہو گیا تھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ بڑی مشکل سے صلاۃ وسلام کے بعد دیوانوں کا یہ شور تھما۔

8:30 بجے شب میں ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور اس میں تابوت کے رکھنے کی اجازت دی۔ اجازت ملتے ہی کلمہ طیبہ اور درود وسلام کی گونج میں تابوت شریف اٹھایا گیا اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ اس میں رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد ریلوے حکام نے دروازے کو مقفل کر کے سیل

کر دیا بہت سے لوگ پھولوں کے ہار لیے ہوئے وہاں اس وقت پہنچے جب دروازہ سیل ہو چکا تھا تابوت شریف پر پھول ڈالنے کا موقع نہ مل سکا تو باہر ہی انہوں نے جگہ جگہ پھولوں کے ہار لٹکا دیئے تابوت شریف رکھ دیئے جانے کے بعد ہم اور مخدومہ آپا جان دونوں سیکنڈ کلاس کے ایک ریزروڈبے میں بیٹھ گئے۔جب ٹرین چلی تو نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے سارا پلیٹ فارم گونج اٹھا۔

ہمیں رخصت کرنے کے بعد حضرت کے مریدین ومتوسلین نے بمبئی سے لے کر بنارس تک ان تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں ٹرین رکتی تھی اہل سنت کے علماؤ عمائدین کو فون کے ذریعے مطلع کر دیا کہ حضرت صدرالشریعہ کا جنازۂ مبارکہ کلکتہ بمبئی میل سے آپ کے اسٹیشن سے گزر رہا ہے۔اطلاع ملتے ہی ہر جگہ اہل سنت کے حلقوں میں اعلان کرادیا گیا کہ حضرت کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے آپ اسٹیشن پر پہنچیں۔اس اعلان کے نتیجے میں ہر بڑے اسٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں لوگ پہلے ہی سے کھڑے رہے جیسے ہی ہماری ٹرین پہنچی لوگ اس ڈبے کی طرف دوڑتے جس میں حضرت کا تابوت شریف رکھا ہوا تھا۔میں اپنے سیکنڈ کلاس کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے پھولوں کے ہار اور عطر وگلاب کے تحفے وصول کرتا۔

جب ہماری ٹرین جبل پور پہنچی تو حضرت برہان الملۃ علامہ مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمۃ الرضوان جو اس وقت مدھیہ پردیش اسمبلی کے رکن تھے اپنے سینکڑوں معتقدین ومتوسلین کے ساتھ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔انہوں نے اپنے ذاتی اثرورسوخ سے اسٹیشن ماسٹر کو اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ تابوت شریف کا سیل توڑ کر تابوت شریف پر پھول ڈالنے اور عطر چھڑکنے کا موقع دے۔چنانچہ وہاں سیل توڑ دی گئی اور لوگوں نے تابوت شریف کی زیارت کی اور اس پر پھولوں کے ہار ڈالے۔باقی سامان ہمارے حوالہ کر دیا۔

جب ٹرین مغل سرائے پہنچی تو بنارس اور گردونواح کے سینکڑوں معتقدین واحباب وہاں جمع تھے۔حضرت سے ارادت رکھنے والی کچھ خواتین بھی تھیں۔لوگوں نے نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں بریک وین سے تابوت شریف کو نکالا اور کاندھوں پر اٹھائے ہوئے بنارس جانیوالی ٹرین پر لے گئے وہاں بریک وین کے سامنے ریلوے حکام پہلے ہی سے موجود تھے۔تابوت شریف اندر رکھوانے کے بعد دروازہ مقفل کر کے سیل کر دیا۔

جب ہماری گاڑی بنارس پہنچی تو بہت بڑا ہجوم جنازے کے استقبال کے لیے پہلے ہی سے وہاں کھڑا تھا۔نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج لوگوں نے تابوت شریف کو بریک وین سے باہر نکالا اور اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چھوٹی لائن کے پلیٹ فارم پر لے آئے۔یہاں گورکھپور جانے والی گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی۔یہاں بھی ریلوے حکام نے بریک وین کا دروازہ کھولا اور تابوت شریف اندر رکھ دیئے جانے کے بعد اسے مقفل کر دیا۔مخدومہ آپا جان اور ہم سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئے۔ایک بجے دن کے وقت ہماری ٹرین اندارا جنکشن پہنچی یہاں گھوسی جانے کے لیے ٹرین بدلتی تھی۔پورا پلیٹ فارم اہل سنت کے علماء طلبا اور حضرت کے عقیدتمندوں سے بھرا ہوا تھا۔جیسے ہی ٹرین پہنچی لوگ بے قابو ہو گئے۔نعرہائے تکبیر ورسالت کی گونج میں تابوت شریف گورکھپور جانے والی ٹرین سے اتار کر گھوسی جانے والی ٹرین کے بریک وین میں رکھا گیا۔یہاں سے کچھ خواتین بھی مخدومہ آپا جان کے ساتھ سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئیں۔

گھوسی اسٹیشن پر محشر آلام کا رقت انگیز منظر

جب ہماری ٹرین گھوسی کے اسٹیشن پر پہنچی تو ہر طرف غم زدہ انسانوں کا ایک سیلاب امنڈ رہا تھا۔پلیٹ فارم پر تل رکھنے کو جگہ نہیں تھی۔ہر طرف نالہ و گریہ کا ایک کہرام بپا تھا۔حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ الرضوان کی سربراہی میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے سارے اساتذہ طلبہ اور علاقہ کے علماء عوام کے بے قابو ہجوم کو نظم وضبط کی تلقین کر رہے تھے۔

بڑی مشکل سے تابوت شریف کے ڈبے تک جانے کے لیے راستہ بنایا گیا اور حضور حافظ ملت کو علماء کے مجمع کے ساتھ وہاں پہنچایا گیا۔ڈبے کا دروازہ کھلتے ہی لوگ جذبات کے تلاطم میں بے قابو ہو گئے۔حافظ ملت نے علماء کی مدد سے تابوت شریف کو اتارا اور کاندھا دیا۔اس کے بعد صرف اتنا یاد ہے

کہ تابوت شریف کاندھوں اور سروں سے گزرتے ہوئے پروانوں کے سیلاب میں قادری منزل کریم الدین پور کی طرف بڑھتا رہا۔

قادری منزل میں پہلے ہی سے ایک کہرام برپا تھا جیسے ہی تابوت شریف دروازہ پر پہنچا قیامت کا ایک منظر تھا حج وزیارت سے واپسی پر باپ کے استقبال کی تیاری کرنے والے آج یتیمی کا داغ لیے ہوئے باپ کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے دروازہ پر کھڑے تھے۔ قاری رضا المصطفیٰ جن کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس تھی ان پر تو ایک عجیب دیوانگی کی کیفیت طاری تھی۔ بڑی مشکل سے انہیں قابو میں کیا گیا۔ حضرت کی دو صاحبزادیوں سعیدہ اور عائشہ خاتون نے جب اپنی غم نصیب ماں کو دیکھا تو روتے روتے ماں بیٹیوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ خاندان کے لوگ بھی غم سے ایسے نڈھال تھے کہ ان کا رونا دیکھا نہیں جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے تابوت شریف آنگن میں اتارا گیا۔ جیسے ہی اوپر کا تختہ کھلا ایک عجیب قسم کی خوشبو سے ساری فضا معطر ہو گئی۔ حافظ ملت اور چند مخصوص علماء نے مل کر جنازۂ مبارکہ تابوت سے باہر نکال کر ایک اونچے تختے پر سلا دیا جو اسی مقصد سے بنایا گیا تھا۔

کفن ہٹا کر پھول جیسے شگفتہ چہرے کا دیدار سب سے پہلے حافظ ملت نے کیا اس کے بعد خاندان کے علماء اور اعزۂ اقارب زیارت سے مشرف ہوئے۔ پرنور چہرہ کے بعد حافظ ملت پر ایسی رقت انگیز کیفیت طاری تھی کہ اسے الفاظ و بیان میں منتقل کرنا ممکن نہیں۔ بیخودی کے عالم میں وہ چیخ اٹھے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جسے ایک عاشق پاکباز' ایک حق پرست مردِ مومن اور ایک زندۂ جاوید فقیہِ اسلام کا چہرہ دیکھنا ہو وہ یہاں آ کر دیکھ لے۔ جب خاندان اور جماعت کے اہم حضرات زیارت سے فارغ ہو چکے تو دیدار عام کے لیے جنازہ مبارکہ باہر لا کر رکھ دیا گیا۔

یہ روایت بھی باوثوق ذریعہ سے ہم تک پہنچی بہت سے بدعقیدہ لوگ حضرت صدر الشریعہ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو گئے۔ حضرت کی تدفین کے لیے وہی جگہ منتخب کی گئی جس کی نشاندہی حضرت نے ایک ہفتہ قبل اپنے سفرحج پر روانہ ہوتے وقت فرمائی تھی۔ دیدار عام کے بعد جنازۂ مبارکہ اس باغ میں لے جایا گیا جہاں پہلے سے قبر شریف تیار تھی۔ حافظ ملت اور خاندان کے مخصوص افراد نے لحد میں حضرت کو اتارا۔۔۔ شام ہوتے ہوتے علم وفضل' زہد وتقویٰ اور مجد وشرف کا تابناک سورج عالم جاوید کے افق کے نیچے ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔

قصبہ گھوسی کے بہت سے لوگ آج بھی اس کے شاہد ہیں کہ دفن ہونے کے بعد بہت دنوں تک قبر شریف سے خوشبو نکلتی تھی۔ جس سے سارا باغ معطر ہو جاتا تھا تیسرے دن فاتحہ سوم میں مضافات کے علاوہ دور دور سے لوگ شریک ہوئے۔ ماتم گساروں کے اجتماع میں علمائے کرام نے حضرت کی علمی و دینی خدمات ان کی مقدس شخصیت پر اپنے گرانقدر تاثرات کا اظہار فرمایا۔

عرس چہلم کے موقع پر ملک کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے جو شریک نہ ہو سکے انہوں نے اپنے پیغامات ارسال کیے محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا تعزیتی مکتوب اتنا دلدوز اور رقت انگیز تھا کہ پڑھتے وقت پڑھنے والا بھی اشکبار تھا اور سننے والے بھی اشکبار تھے۔

چہلم شریف کے بعد سال بھر تک اہل سنت کے مشاہیر واکابر علماء فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ یکم اور ۲ ذی القعدہ کو حضرت کا سالانہ عرس شریف خلفِ اکبر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب سجادہ نشین آستانہ قادریہ رضویہ امجدیہ کی سربراہی میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ جو اب ایک علمی اور فکری تقریب کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

استاذ الاساتذہ جامع معقولات حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمۃ نے کافی جدوجہد کے بعد حضرت کے روضۂ مبارک کی نہایت شاندار عمارت بنوائی ہے۔ اب حضرت مولانا عبدالشکور اعظمی اور ان کے رفقائے کار نے اس کی تعمیر جدید کے لیے ایک عظیم الشان منصوبہ تیار کیا ہے۔ خدا کرے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ اور حضرت صدر الشریعہ کے روحانی اور علمی فیض کا چشمہ اسی طرح جاری رہے۔

☆...☆...☆

خصوصی مضمون

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

نبوت کا سلسلہ حضور نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگیا۔ آپ ﷺ کے بعد کسی بھی حیثیت سے کسی نئے نبی کے آنے کو ماننے والا یا ممکن بتانے والا آیت قرآنیہ اور احادیث مقدسہ کا منکر ہے اور قرآن وحدیث کا منکر کافر ہے، چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید میں ہے:

''محمد ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں''۔

(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۴۰)

کئی احادیث مقدسہ میں نبی کریم ﷺ نے صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، ذیل میں چند احادیث مقدسہ ملاحظہ فرمائیں:

(1) حضرت جبیر ابن معطم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سید العالمین محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''میرے بہت سے نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو''۔ (مسلم شریف جلد ۲، کتاب الفضائل، ص ۲۶۱)

(2) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں محمد ہوں اور احمد ہوں، آخری نبی ہوں، میں حاشر ہوں میں نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں''

(مسلم شریف، جلد دوم، کتاب الفضائل، ص ۲۶۱)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''مجھے دیگر انبیاء ورسل پر چھ چیزوں کے ذریعہ فضیلت وبرتری دی گئی پہلی چیز تو یہ کہ مجھے کلمات جامعہ کی صفت عطا ہوئی، دوسری چیز یہ کہ رعب ودبدبہ کے ذریعہ میری نصرت کی گئی، تیسری چیز یہ کہ اموالِ غنیمت میرے لئے حلال کیے گئے۔ چوتھی چیز یہ کہ تمام روئے زمین میرے لئے مسجد اور طاہر ومطہر بنائی گئی، پانچویں چیز یہ کہ مجھے تمام جہاں کے لئے رسول بنایا گیا اور چھٹی چیز یہ کہ میری ذات پر نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم کیا گیا''۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن، ص ۵۱۲)

(4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''میری مثال اور دیگر انبیاء کی مثال اس ایوان کی طرح ہے جس کی تعمیر بہت اچھی کی گئی لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی لوگ اس عمارت کی خوبی دیکھ کر تعجب کرتے ہیں سوا اس عیب کے کہ عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے تو میں نے آ کر اس ایک اینٹ کی خالی جگہ کو پر کردیا۔ وہ ایوان بھی میرے ذریعہ اتمام کو پہنچا اور رسولوں کی آمد کا سلسلہ بھی میرے اوپر اتمام کیا گیا۔

(مسلم شریف ج-۱،ص ۲۴۸)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ:

''وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کا خاتم ہوں''

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۲، باب فضائل سید المرسلین)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''حضور انور ﷺ نے شفاعت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ شفاعت کا سوال لے کر سارے انبیاء کے پاس جائیں گے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو وہ ارشاد فرمائیں گے کہ آج شفاعت کا تاج محبوب کبریا محمد ﷺ کے فرق انور پر چمک رہا ہے تم لوگ ان ہی کے پاس جاؤ حضور نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے:

''اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں''

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بنی اسرائیل کے انبیاء سیاست مدنی کے بھی فرائض انجام دیتے تھے جب ایک نبی دنیا سے تشریف لے جاتے تو دوسرے نبی ان کے بعد آجاتے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا'' (مسلم شریف کتاب، الامارۃ ص ۱۲۶)

(7) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر تاجدار کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں پیشوا ہوں رسولوں کا اور یہ بات از راہ فخر نہیں ہے، اور میں انبیاء کا خاتم ہوں اور یہ بات از راہ فخر نہیں ہے، اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ بات از راہ فخر نہیں'' (مشکوٰۃ کتاب الفتن ص ۵۱۴)

(8) حضرت عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسی وقت سے میرا نام خاتم الانبیاء کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے یہاں مرقوم ہے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کی منزل میں تھے''

(مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۳)

(9) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں جملہ صف انبیاء میں آخری نبی ہوں اور تم جملہ امتوں میں آخری امت ہو''

(سنن ابن ماجہ فتنۃ الدجال، ص ۲۰۷)

(10) حضرت سعد ابن ابی وقاص نے بیان کیا کہ حضور جان رحمت ﷺ نے ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تم میرے لئے اسی درجہ میں ہو جس درجہ میں حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون تھے، لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔

(مسلم شریف، جلد دوم، ص ۲۷۸)

(11) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید العالمین حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری امت میں تیس جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' (مشکوٰۃ کتاب الفتن، ص ۴۱۵)

مندرجہ بالا آیت قرآنیہ اور احادیث مقدسہ کی بناء پر صحابہ کرام، تابعین، آئمہ مجتہدین، سلف صالحین اور چودہ سو برس سے کروڑوں، اربوں

انسانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔اس کے برعکس مرزا غلام احمد قادیانی(1908-1839) نے حکومت برطانیہ کی سرپرستی میں شروع شروع میں مجدد، مہدی اور بعد میں مسیح موعود، بروزی نبی، ظلی نبی اور نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔

حکومت برطانیہ کی مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا خدمات انجام دیں خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں کہ کس دردناک انداز میں شکوہ کر رہے ہیں:

''بارہا بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی غرض سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ میری خدمت کی قدر کرے گی۔

(تبلیغ رسالت، ج ۱۰،ص ۲۸)

ذیل میں مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانی عقائد کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

بقول مرزا:

''مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت، انجیل اور قرآن کریم پر'' (اربعین ۶،ص ۲۵)

مرزا نے لکھا:

''دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا، میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں'' (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۸۵-۸۴)

مرزا نے لکھا:

''ابن مریم کا ذکر چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے'' (دافع البلاء، ص ۲۰)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے عقائد ہیں کہ جن میں، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان گندے خیالات اور عقائد سے مسلمانوں کو آگاہ کر کے ان کے شر سے بچانے کی سعی کرنی چاہیے۔

☆...☆...☆

خصوصی مضمون

حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ

مبلغ اسلام، خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ ماریشس میں قیام کے دوران آپ کی تقریروں اور کوششوں سے کئی قادیانی آپ کے دستِ حق پر تائب ہوئے اور دین اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ دیکھ کر وہاں کے مرزائیوں میں کھلبلی مچ گئی اور انہوں نے اس وقت جب شاہ عبدالعلیم صدیقی واپسی کے لئے رختِ سفر باندھ رہے تھے ایک اشتہار بنام ''حقیقت کا اظہار'' شائع کیا جس میں اپنے باطل عقائد میں بیان کیا شاہ صاحب نے باوجود عدیم الفرصت اور سفر کے اس کا ردِ بلیغ فرمایا اور انہیں کے لٹریچر سے مرزا غلام احمد کی خباثت کو ثابت کیا آپ کے اس رسالہ کا عربی اور انگلش میں ترجمہ بالترتیب ''المراۃ''، ''The Mirror'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے یہ رسالہ عقیدہ ختم نبوت از مفتی محمد امین قادری کی تیسری جلد میں بھی شائع ہوا ہے قارئین کی معلومات کے لئے پیش خدمت ہے (ادارہ)

اَمّابعد۔ ایک اشتہار بعنوان ''حقیقت کا اظہار'' نظر سے گذرا اگرچہ ایسی بے سروپا عامیانہ تحریر کے جواب کی نہ مجھے فرصت نہ حقیقتاً اس کی کوئی اشد ضرورت مگر محض بدیں نیت کہ مبادا کوئی سادا لوح اس تحریر کے سبب غلط فہمی کا شکار ہو جائے، امر واقعہ کے اظہار کی ضرورت ہوئی۔ مشتہر صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے ''روز ہل سینما'' کے مرزائی جلسے میں یہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے میرے نام کوئی خط لکھا ہے، جس میں مجھ کو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ میں بعض ثقہ حضرات کی اس روایت کی بناء پر منتظر تھا کہ وہ خط میرے پاس آئے تو چیلنج دینے والے صاحب پر ان کی خواہش کی مطابق بذریعہ مناظرہ بھی اتمام حجت کروں، مگر آج تک ان کے اس خط کے انتظار ہی انتظار میں رہا۔ اب اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنی بڑائی جتانے کیلئے ایک لغو حرکت تھی۔ جب انکے مقتدیٰ جناب مرزا صاحب حضرت پیر مہر علی صاحب کو دعوت مناظرہ دینے اور ان کو مباہلہ پر مجبور کرنے کے باوجود لاہور نہ پہنچے اور بہانہ بازیاں کیں۔ مولوی ثناء اللہ کو پیش گوئیوں کی پڑتال کیلئے قادیان بلایا اور منہ نہ دکھایا تو چیلے کے لئے جھوٹ بولنا کیا دشوار تھا۔ میں نے ''مارشس'' میں آتے ہی اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص جس دینی مسئلہ کو سمجھنا چاہے میرے پاس ''جامع مسجد پورٹ لوئس'' میں دس (۱۰) بجے صبح سے چار (۴) بجے سہ پہر کسی وقت آئے اور سمجھ جائے چنانچہ بمنہ تعالیٰ اس عرصے میں روزانہ آنے والوں اور مسائل سمجھنے والوں کا اس قدر ہجوم رہا کہ مجھ کو خواب و خور کی بھی فرصت بدقت ملتی تھی۔ اسی سلسلے میں مرزائی بھی آئے اور الحمد اللہ کہ جو آئے میرے پاس سے نہ صرف لاجواب ہو کر بلکہ اطمینان پا کر ہی گئے ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہ الحمد اللہ تائب ہو کر جماعت مسلمین میں شامل ہوئے۔

روشن بھنو نامی ایک شخص نے یہ پیام بھیجا کہ وہ مع اپنے قریبی رشتہ دار اور چھ سات آدمیوں کے مجھ سے مل کر بعض مسائل کو سمجھنا چاہتا ہے اور اگر اس کا اطمینان خاطر ہو جائے تو مرزائیت سے تائب ہونے کے لئے تیار ہے اپنی بعض مصالح کے سبب جامع مسجد میں آنا نہیں چاہتا بلکہ تر وو دوس میں جناب حاجی وزیر صاحب کے مکان پر آ سکتا ہے میں نے باوجود مشاغل کثیرہ یہ زحمت بھی گوارہ کی اور تقریباً تیس (۳۰) میل کا سفر کر کے وہاں بھی پہنچا

روشن بھنو وہاں بجائے چھ سات کے پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا بسم اللہ تمہیں جو دریافت کرنا ہے پوچھو۔ اس نے کہا میں خود کچھ نہیں دریافت کرتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے حافظ صاحب (انہی مشتہر صاحب) سے مناظرہ کریں اور ہم سنیں اور فیصلہ کریں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی خواہش ہے مگر وہ آپ کے حافظ صاحب بھی مناظرہ کیلئے تیار ہیں یا نہیں؟ اس لئے کہ میں تو عرصہ سے ان کے خط کے انتظار میں ہوں جس کا انہوں نے جلسہ ''روز ہل سینما'' میں اعلان فرمایا تھا۔ میں آپ کی خواہش کے مطابق ان سے مناظرہ کیلئے بھی تیار ہوں بشرطیکہ وہ اپنا دستخطی اقراری خط میرے پاس بھیجیں جس میں لکھیں کہ کن مسائل پر کن شرائط کے ساتھ کس وقت اور کہاں مناظرہ فرمانا چاہتے ہیں؟ ان کا خط آنے کے بعد میں ان شرائط پر غور کروں گا اور جب میری اور ان کی باہم رضامندی سے شرائط مناظرہ تحریری طور سے طے ہو جائیں گے تو ان شرطوں کے مطابق مناظرہ کرلوں گا تا کہ ایک فیصل کن صورت آپ کے سامنے آجائے۔ اس کے جواب میں بھنو نے کہا کہ بہت اچھا آپ اپنی اس بات پر پکے رہیں کہ میں انہی کی دستخطی اقراری چٹھی جس میں سب شرطیں وغیرہ لکھی ہوں گی آپ کو خود پہنچاؤں گا۔ غالباً بھنو نے اس بات پر قسم بھی کھائی اور اس وقت رخصت ہوا۔ لیکن کئی ماہ گذر گئے آج تک وہ تحریر نہ آئی تھی نہ آئی۔ اس دوران میں کسی شخص عبدالرحیم اور بھنو نے مجھے لکھا کہ آپ فلاں جگہ فلاں وقت ہمارے حافظ صاحب سے مناظرہ کیلئے آ یئے۔ میں نے اس کے وعدے کے بعد ایسے لغو کو ردی سمجھ کر پھینک دیا تھا مگر میرے بعض احباب نے مناسب سمجھا کہ اس کو اس کا وعدہ یاد دلائیں، شاید کے وہ بھول گیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے دوبارہ بذریعہ رجسٹرڈ خطوط اس کو اس کے وعدے کے الفاظ یاد دلائے اور یہ بھی جتا دیا کہ اگر تم اپنے حافظ صاحب کی تحریر نہ بھیجو گے تو یہ سمجھا جائے گا کہ (مدعی ست گواہ چست) تمھارے حافظ صاحب مناظرہ سے گریز کرتے ہیں، مگر ان احباب کی ان تحریروں کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

بالآخر برادر دینی اور یقینی شیخ عبدالرحیم صاحب کے مکان پر (جو سلسلے میں مع اپنے بڑے قبیلے کے مرزائیت سے تائب ہوئے ہیں) میں نے اپنے دوران وعظ میں اس کل مضمون اور رقعہ کا اظہار کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ اب میں عنقریب اس جزیرے سے روانہ ہونے والا ہوں مزید اتمام حجت کے لئے تمام مرزائیوں کو یہ سنا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے حافظ صاحب اپنے اعلان کے مطابق مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر وہ موعودہ خط میرے پاس بھیجیں اور مناظرہ کرلیں ورنہ ان کے اس جھوٹ کا سب پر اظہار اور ان کا مناظرہ سے فرار عالم آشکار ہو جائے گا۔ میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ مرزائی احاطے کی دیوار کے پیچھے سے کسی پردہ نشین نے یہ بانگ بے ہنگام بلند کی کہ آپ جو کہہ رہے ہیں لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیجئے تب ہم شرائط مناظرہ وغیرہ سب لکھ کر بھیجیں گے۔ میں نے اس کے جواب میں فوراً للکار کر کہا کہ یہ پردے کے پیچھے کون بولتا ہے؟ جس کو بولنا ہو سامنے آئے اور تمیز کے ساتھ جو بات کہنی ہو کہے۔ میری اس للکار کے بعد وہ آواز بند ہو گئی۔ بعض تجربہ کار احباب نے بعد جلسے بتایا کہ وہ آواز حافظ صاحب موصوف کی ہی تھی۔ پھر میں نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں محبت کے ساتھ دین حق کی تبلیغ کر رہا ہوں مجھے ضرورت نہیں کہ کسی کو مناظرہ کا چیلنج دوں۔ ہاں اگر کوئی مجھ سے مناظرہ کرنا چاہے تو میں بسر و چشم اس کے لئے تیار ہوں۔ اگر مرزائیوں کو تحریری چیلنج دوں تو مجھے چاہیے کہ عیسائی، بدھست، سناتنی، آریہ سب کو ایسی ہی تحریر بھیجوں ورنہ ان کو باتیں بنانے کا موقع ملے گا۔ اس کے بعد میں چوبیس گھنٹے تک مرزائی حافظ صاحب کی تحریر کا منتظر رہا لیکن چوبیس گھنٹے کجا آج تک نہ وہ خط ہے نہ اس کی کوئی خبر۔

مناظرے سے مرزائی حافظ صاحب کا فرار اظہر من الشمس ہو گیا اور شاید خود ان کے فرقے کے لوگوں نے ان کو ان کے جھوٹے وعدے اور جھوٹے اعلان پر پھر میری تقریر کے دوران میں بولنے اور میرے بلانے کے باوجود سامنے نہ آنے پر شرمندہ کیا ہوگا اور ان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی ہوگی کہ کہیں لگی لگائی روزی ہاتھ سے نہ جاتی رہے اس لئے اب قادیانی فنڈ کی آمدنی بھی برادرم شیخ عبدالرحیم کے تائب ہونے کے بعد کم ہو گئی تو مجبور ہو کر جناب حافظ صاحب نے اشک شوئی کے لئے اشتہار بازی کا طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں کا شعار رہا ہے تا کہ ادھر مرزائیوں کو تسلی دینے کا بھی موقع ملے کہ ہم نے اور کچھ نہیں تو بے سروپا اشتہار ہی دے دیا۔ ان کو یہ تو یقین ہے کہ مسلمانان ''مارشس'' کے پاس کوئی اردو کا پریس نہیں، کاتب نہیں، پتھر نہیں،

پھر جواب چھاپیں گے تو کیونکر؟ پھر میرے متعلق بھی یہ یقین ہوگیا کہ پابرکاب ہوں اور عدیم الفرصت۔ لہٰذا اس موقع کو غنیمت جان کر اشتہار چھاپا کہ اسی بہانے سے مرزائیوں پر رعب جم جائے اور یہ کہنے کا موقع ملے کہ دیکھو ہمارے اشتہار کا کسی نے جواب نہ دیا۔ مگر انہیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ الحمد اللہ خدام دین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وسلم ہر خدمت دین کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں چنانچہ ان کی تحریر کا جواب بھی حاضر ہے۔ وھو ھذا۔

مرزائی حقیقت کا اظہار

میں یقیناً اسی اصول حکمت سے کام لے کر جس کی ہدایت قرآن حکیم نے فرمائی بہت محبت کے ساتھ بے دینوں کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور معنہ تعالٰی کامیاب ہوتا ہوں، نہ کسی پر حملہ کرتا ہوں نہ کسی کا دل دکھاتا ہوں جس کا عملی ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ جزیرہ بھر کے ہر اس پبلک جلسے میں جہاں میں نے تقریر کی ہمیشہ کثرت کے ساتھ غیر مسلم حضرات شرکت کرتے رہے اور ہر فرقے کے افراد میرے طرز کلام کی داد دیتے ہوئے رخصت ہوئے حتیٰ کہ واکوئے کے ایک جلسے میں تو ایک پادری صاحب نے بے ساختہ ایسی بینظیر مختصر تقریر کی جو ان کے اسلام سے قریب تر ہونے پر دلالت کر رہی تھی۔ دوسرے ایک انگریز رئیس نے بہت مناسب الفاظ میں طرز تقریر کی داد دیتے ہوئے اس کی تائید کی۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ انہی تقریروں سے متاثر ہو کر اس وقت تک تقریباً پچاس آدمی مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ ہاں چونکہ کفر مرزائیت سے تائب ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہے یہی حافظ صاحب پر شاق۔ تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ میں نے ہرگز ہرگز کبھی کسی پر حملہ نہیں کیا، ہاں جب مرزائیوں کی طرف سے مناظرہ کی چٹھی کی جھوٹی خبر گرما گرمی کے ساتھ مشہور کی گئی تو مجبور ہوا کہ کھلے طور پر لوگوں کو مرزائیت کی حقیقت سے آگاہ کر دوں۔ اس سلسلے میں بھی جو الفاظ صاحب کو گراں گذر سکتے ہیں وہ میرے نہیں بلکہ مرزا صاحب کے ہی کلمات ہیں۔ میں صرف ان کا دہرانے والا ہوں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ محمدی بیگم سے نکاح اور اس کے شوہر کے انتقال کی پیش گوئی کے متعلق جناب مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ

الف۔ اس پیش گوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ نمبر ۵۴)

ب۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔ (

شہادۃ القرآن صفحہ ۷۵)

ج۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔

(حاشیہ انجام آتھم ۳۱)

د۔ برائے صدق خود یا کذب خود معیاری گردانم۔ (انجام آتھم صفحہ ۲۲۳)

یہ ظاہر ہے، دنیا کو معلوم ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اس نکاح کی حسرت اور اپنی مطلوبہ کا داغ مفارقت مرزا صاحب دل ہی میں لے کر مر گئے۔ پس اب مرزائی صاحبان ہی فیصلہ فرمائیں کہ مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق بد سے بدتر کاذب اور جھوٹے بنے یا نہیں؟

۲۔ پھر ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب نے جب مرزائیت سے توبہ کرنے کے بعد یہ پیش گوئی فرمائی کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا یعنی تین سال کے اندر میرے سامنے مرزا صاحب مرجائیں گے۔ (اعلان ۱۲ جولائی ۱۹۰۶)

اس کے جواب میں جناب مرزا صاحب نے اپنے اشتہار مجریہ ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء میں تحریر فرمایا۔ کہ خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھائے گا، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ شریر اور مفتری کے سامنے صادق اور مصلح فنا ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے مروں کہ عبدالحکیم خان کی پیش گوئی کی میعاد میں ہلاک ہو جاؤں۔

دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب اسی پیش گوئی کی میعاد یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کی اس وبائی بیماری میں جو بقول مرزا صاحب ان کے مخالفوں کے لئے بصورت عذاب آئی تھی خود مبتلا ہوئے۔ (لاہور میں مرے اور قادیان میں دفن کئے گئے)

اب فیصلہ حافظ صاحب اور ان کے رفقاء ہی فرمائیں کہ مرزا صاحب بقول خود میعاد پیش گوئی کے اندر ذلّت اور لعنت کی موت سے مرے اور ان کے مرنے سے صادق اور کاذب کا فرق ظاہر ہوا یا نہیں؟ میں نے اپنی طرف سے کبھی ان کے بارے میں کبھی کوئی سخت کلمہ نہ استعمال کیا اور نہ یہ میری عادت۔ اگر مرزا صاحب کے ان جملوں میں اُن پر سخت سے سخت حملے ہیں تو ان کے ذمے دار خود مرزا صاحب ہیں نہ کہ میں۔ اگر کوئی مرزائی ان سے کسی طرح جواب طلب کرسکتا ہے تو ضرور کرلے میرے حقیقی اعتراض یا بقول حافظ صاحب سخت سے سخت حملے اگر تھے تو یہی۔ مگر میں نے حافظ صاحب کی (نمبر اول) یک رخی دوورقی اور (نمبر دو) دو رخی دو ورقی کو اول سے آخر تک پڑھا۔ ان اعتراضوں کا جواب کہیں بھی نظر نہیں آیا ہاں میری تقریر کے بعض حصص پر اپنی کج فہمی کے سبب قطع و برید کرتے ہوئے اپنے خیال ناقص کا اظہار فرمایا ہے۔ اور جو سوالات اس میں کئے اور جو توجیہیں بیان کیں اُن میں صرف اپنے مرزائی سرغناؤں کی نقالی کی ہے جس کے جواب ہو چکے۔ تاہم شاید ماریشس کے لوگوں کی نظر سے کمتر گزرے ہوں، لہٰذا یہ دیکھتے ہوئے کہ حافظ صاحب کی تحریر طویل میں بار بار ایک ہی بات کا تکرار ہے مختلف عنوانوں کے ماتحت مختصراً عرض کیے دیتا ہوں شاید کہ اس سے بھی کوئی ہدایت پا جائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

جماعت

میں نے ابتدائے کلام ہی میں یہ کہہ دیا تھا کہ جماعت حقہ اسلام میں کوئی تفرقہ نہیں **ما انا علیہ واصحابی** ایک ہی راہ ہے۔ حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی حنبلی فرقے نہیں، سب اسی ایک راہ پر چلنے والے ہیں۔ اور یہی سواد اعظم ہے جس کے لئے ارشاد کے **اتبعوا السواد لا عظم فانہ من شذ فی النار** ۔ (رواہ ابوداؤد) تم سواد اعظم کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے علیحدہ ہوا، جہنم میں گیا۔ اسی سواد اعظم کو حضور علیہ اسلام نے جماعت فرمایا **ان اللہ لا یجمع امتی (اوقال) امۃ محمد ﷺ علیٰ ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار** ۔ فرمایا یقیناً اللہ میری امت کو (یا یوں فرمایا) کہ امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور جو علیحدہ ہوا جہنم میں گیا۔

اب اگر مرزائی اجماع امت کے خلاف نئے نئے عقیدے تراش کر اس سواد اعظم و جماعت مسلمین سے الگ ہوں تو وہ اپنا مقام دیکھ لیں، حدیث میں بتادیا گیا ہے۔ معمولی عقل والا انسان بھی اتنی سی بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جماعت کا لفظ کروڑ انسانوں کے گروہ پر صادق آسکتا ہے یا گنے چند مرزائی افراد پر؟

حدیث العلماء ورثۃ الا انبیاء میں بھی اسی سواد اعظم کے علماء کی شان کا اظہار۔ ہاں وہ بے علم مدعیان جو اس سواد اعظم سے الگ ہوئے اور ذاتی اغراض کے لئے شرارتیں پھیلاتے ہوۓ اپنی اپنی ٹکڑیاں بناتے ہیں **شر من تحت ادیم السماء** کہلائے۔ اس حدیث کے مصداق صحیح حافظ صاحب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، مرزائی فرقہ میں بآسانی وہ ان سے ملاقات فرما سکتے ہیں۔ میں نہ کوئی نئی راہ بتاتا ہوں نہ نیا دین سکھاتا ہوں نہ اپنا کوئی نیا فرقہ بناتا ہوں، صرف اسی **ما انا علیہ واصحابی** والی راہ کی طرف بلاتا ہوں اور یہی سکھاتا ہوں کہ قرآن کریم وحدیث شریف کے معانی میں مدعیان الہام کو خود تراشیدہ الہام کے دخل نہ دیا جائے بلکہ ان کے وہی معنی سمجھے جائیں جو حضور خاتم النبیین ﷺ نے مجھے اور اپنے صحابہ کو سمجھائے اور انہوں نے بہ تسلسل ہم تک پہنچائے۔

حافظ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ''انبیاء کے وارث علماء کوئی خاص لوگ ہیں'' اور پھر اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ملہم آدمی خدا سے علم پا کر بولتا ہے اور اس کی مزید توضیح کہ العلماء سے مراد مجدد ین ملہمین ہیں نہ کہ عام مولوی۔ یہ حافظ صاحب کی خود رائی ہے، نہ کہیں قرآن کریم میں اس کا ذکر نہ حدیث شریف

میں اس کا بیان۔ الف لام کے متعلق یہ تو تحریر فرمایا کہ اسی بات کو ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہ لکھا کہ کیوں؟ اگر صرف ونحو پڑھی ہوتی۔ اقسام الف لام کا علم ہوتا لکھتے کہ الف لام کیا ہے؟ اگر عربی نہیں پڑھی تو اب تو اردو زبان میں بھی عربی صرف ونحو کی کتابیں چھپ گئیں انہی میں دیکھ لیا ہوتا۔ پھر کہیں کتاب وسنت کا یہ حوالہ بھی دیا ہوتا کہ بعد خاتم النبیین ﷺ کسی مدعی الہام کا الہام حجت شرعی بھی ہے۔

مجد دین اور الہام

مجدد کی حدیث حافظ صاحب نے تحریر فرمائی۔ اس کے الفاظ کی ترتیب میں ایسا بیہودہ تصرف بھی کیا اور لکھا کہ راس مائۃ کل سنۃ جس کی غلطی ایک ادنیٰ متعلم عربی بھی بتادے، مگر معنی میں کچھ تصرف کر کے بھی یہ نہ دکھایا کہ وہ مجدد ملہم ہوں گے اور ان کا علم شرعی حجت بھی ہوگا۔ پھر تعجب کہ اس دو ورقی کی چند سطروں ہی میں اتنا تناقض

اوّل۔۔۔ لکھتے ہیں کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جو معرفت الٰہی کا کامل علم رکھتے ہیں۔

دوم۔۔۔ کامل معرفت صرف الہام سے ہوتی ہے۔ ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو الہام ہوتا ہے یعنی جنہیں الہام نہیں ہوتا وہ علماء میں داخل نہیں اور انبیاء کے صحیح وارث نہیں۔

سوم۔۔۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جو مولوی ان الہام پانے والے مجددین کے ساتھ شامل ہوں گے وہ بھی ان مجددین کے طفیل صحیح علم کے وارث ہوں گے۔ یعنی بغیر الہام کے صرف مجددوں کے طفیل میں بھی صحیح علم کے وارث ہو جائیں گے۔

ذرا اپنے جملوں پر نظر ڈالیے کہ ایک دوسرے کا الٹا ہے یا نہیں؟

پھر تعجب اور سخت تعجب ہے کہ مجددین کے ساتھ شامل ہونے اور مجددین کے طفیل سے تو صحیح علم کے وارث ہو جائیں اور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی صراط مستقیم پر چلنے میں ان کے ساتھ ہونے اور ان صاحب وحی وکتاب کے طفیل ان سے صحیح علم بہ تسلسل روایت لینے کے بعد بھی صحیح علم کے وارث نہ بنیں اور العلماء میں داخل نہ ہو سکیں اور خطرے میں رہیں۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

آیت قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کو پیش کرتے ہوئے اس کا من گھڑت ترجمہ کرنا اور مَنِ اتَّبَعَنِيْ کو صرف صحابہ تک محدود کرتے ہوئے بارہ سو برس کے لئے تبلیغ کے دروازہ کو بند سمجھنا۔ اس لئے کہ اس عرصہ دراز میں کسی مجدد نے یہ دعویٰ نہ کیا کہ میرا الہام حجت شرعی ہے اس کو مانو اور جو اس کو نہ مانے گا وہ کافر ہوگا۔ بقول حافظ صاحب اس لئے کوئی عالم بھی صحیح علم کا وارث نہ بنا اور حق پر نہ رہا تو ان کے تبلیغ دین کرنے سے جو مسلمان ہوئے بقول حافظ صاحب وہ بھی حق پر نہ ہوئے۔ غرض اس طرح صرف مرزائی جماعت کے حق پر ثابت کرنے کے لئے حافظ صاحب کا بارہ سو برس کے تمام مسلمانوں کو (معاذ اللہ) حق پر نہ ہونے کا حکم لگا دینا اور صرف مرزائی مبلغین کو اس کا مصداق بنانا ویسی ہی خود رائی ہے۔ جس کے لئے سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہو رہا ہے، کہ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ مرزائی صاحبان آریوں اور عیسائیوں کو تو کیا مسلمان بنائیں گے مرزا صاحب کے زمانے اور اس کے بعد کے مسلمانوں پر خود مرزا صاحب اور ان کے بلند اقبال صاحبزادہ نے کفر کا حکم لگایا تھا۔ صاحبزادے کے شاگرد حافظ صاحب استاد سے بھی آگے بڑھے اور انہوں نے پہلوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ حافظ صاحب نے اشتہار بازی کی جرأت تو کی مگر جہالت کا یہ عالم ہے کہ مذکر ومؤنث کی تمیز نہیں طائفہ کے لئے لایزال لکھ رہے ہیں۔ پھر حدیث شریف میں خیانت اور بد دیانتی اس درجہ دجل وفریب کا یہ عالم کہ صرف ایک جملہ اپنے مزعومہ مطلب کو خواہ مخواہ ثابت کرنے کے لئے نقل کر دیا۔ بعض کو ماننے اور بعض کے ساتھ کفر کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اول وآخر کو لکھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان جملوں کو لکھتے تو مرزائیت کا سارا پول کھل جاتا اور مدعیت نبوت کا کذاب ہونا حدیث نبوی ﷺ سے ظاہر ہو جاتا کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انه و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا تزال

طائفة من امتي علي الحق ظاهرين لا يضرهم من خالفهم حتي يأتي امر الله ۔(مسلم، ترمذی، ابوداؤد) میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونے والے ہیں ان میں سے ہر ایک یہ دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ حق پر رہے گا اور غالب رہے گا اس کے مخالف اسے ضرر نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی قیامت آجائے۔ وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون۔

اس حدیث نے صاف بتا دیا اور پہلے جملے کے معنی نے بالکل کھول دیا کہ یہی گروہ علماء و مجددین، وحی والہام خاتم النبیین پر قائم رہیں گے اپنے الہام کو شرعی حجت نہ بنائیں گے۔ مرزا صاحب کی طرح نبوت کا دعوی کرنا اور اپنے مفروضہ الہام کو وہی درجہ دینا جو قرآن کریم کا ہے، جھوٹوں کا شیوہ ہے۔

اب مرزا صاحب کو آپ اسی کسوٹی پر پرکھ لیجئے کہ

الف۔۔۔انہوں نے نبوت و رسالت کا کھلا ہوا دعوی کیا کہ ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔

ب۔۔۔سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا۔ آپ انہیں غیر تشریعی اور ناقص نبی سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک بھی بے ایمان ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو صاف لکھتے ہیں۔

ا۔۔۔جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ ہوگیا۔

پھر اپنی وحی میں امر و نہی کی مثال دے کر آگے لکھا کہ۔

۲۔۔۔اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ (اربعین صفحہ ۴، ۶)

کہیے اب بھی تشریعی نبوت کے دعوی میں کیا کچھ کسر رہ گئی؟ پھر ابھی اور آگے بڑھئے۔ اپنی وحی کو قرآن کریم کے جیسا بتایا

انچہ من بشنوم ز وحی خدا بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں است ایمانم

(نزول المسیح صفحہ ۹۹)

پھر اپنے آپ کو سب تشریعی وغیرہ تشریعی نبیوں کے برابر ٹھہرایا۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں ہر کہ گوید دروغ است ولعیں

بلکہ اپنے آپ کو صاحب شریعت اولوالعزم رسول حضرت عیسی بن مریم سے تو صاف طور پر بہتر بتایا۔ ان کا مشہور شعر ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

کیا اس تیرہ سو برس کے کسی مجدد نے، کسی سچے عالم نے ایسا دعوی کیا؟ اپنے الہام کو ایسی حجت بتایا نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس مرزا صاحب کے تو دعوے ہی ان کی تکذیب کی بڑی دلیل ہیں۔ آپ کہیں ان کی مجددیت کا راگ الاپتے ہیں، کہیں امامت کا ذکر کرتے ہیں، آگے چل کر نبوت و رسالت غیر تشریعی کا حکم لگاتے، پھر ان کو فی الجملہ تشریعی بھی مانتے ہیں اس لئے کہ ان کے نہ ماننے والوں کو کافر اور باطل پر ٹھہراتے ہیں۔

ایک عالم فیصلہ کر چکا اور مارشس کے مرزائی بھی عنقریب کر لیں گے۔ مرزا صاحب تو اپنے قول سے خود کفر کے دام میں پھنس چکے اب وہ کہاں نکل کر جاتے ہیں، مجددیت و امامت و نبوت کا ذکر تو بعد میں کیا جائے پہلے ان کے ہوا خواہ ان کو کفر کے گڑھے سے تو نکالیں، اگر نکال سکتے ہیں۔

☆...☆...☆

حکومت مانگنے والے کو حکومت نہ دو!!

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اور میرے دو چچازاد بھائی نبی ﷺ کی خدمت میں گئے۔ تو ایک نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ مجھے ان بعض کاموں پر حاکم بنادیجئے جو آپ کے زیرِ حکومت ہیں۔ اور دوسرے نے بھی یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! ہم اس شخص کو حکم نہیں بناتے جو حکومت کا طالب اور اس کا حریص ہو۔ (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۲۰ بحوالہ بخاری و مسلم)

☆...☆...☆

جماعت اہلسنت کی خبریں

جماعت اہلسنت کی تنظیمی سرگرمیاں

حافظ سلمان احمد

درس قرآن

جماعت اہلسنت کراچی کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن کی نشست سے النساء کلب گلشن اقبال میں 3 اگست بروز اتوار کو منعقد ہوئی جس سے مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان علامہ سید ریاض حسین شاہ نے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر صوفی حسین لاکھانی، مفتی احمد علی شاہ سیفی، مولانا ابرار احمد رحمانی، مفتی شاہ حسین گردیزی، ڈاکٹر صحبت خان کوہاٹی، ڈاکٹر فریدالدین قادری، مولانا خلیل الرحمان چشتی، مولانا کامران قادری، مولانا الطاف قادری، مولانا ناصر خان ترابی، مولانا حمزہ علی قادری، مولانا اشرف گورمانی، مفتی غلام مرتضیٰ مہروی کے علاوہ ائمہ خطباء طلباء اور فرزندان اسلام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

یکجہتی فلسطین مظاہرہ

جماعت اہلسنّت پاکستان کراچی کے زیر اہتمام فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی اور اسرائیلی مظالم کے خلاف جماعت اہلسنّت پاکستان کے مرکزی سیکریٹری جنرل علامہ سید ریاض حسین شاہ کی قیادت میں گلشن چورنگی پر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، مظاہرین سے خطاب میں قائدین جماعت اہلسنت نے غزہ میں جاری اسرائیلی مظالم کی شدید مذمت کرتے ہوئے نہتے فلسطینی عوام پر بمباری کو کھلی دہشت گردی اور بربریت کی بدترین مثال قرار دیا۔

تقریب عید ملن

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی جماعت اہلسنّت کراچی کی جانب سے عیدملن تقریب عید کے دوسرے دن بعد نماز ظہر حبیب مسجد مقبول آباد میں علامہ شاہ تراب الحق قادری کی زیر صدارت منعقد ہوئی، جس میں علماء عوام اور جماعت اہلسنّت کے ذمہ داران نے کثیر تعداد میں شرکت کی اختتام پر شرکاء کو مشروب پیش کیا گیا۔

یوم یکجہتی فلسطین

جماعت اہلسنّت پاکستان کی اپیل پر ملک بھر کی طرح کراچی میں بھی جمعہ کو یوم یکجہتی فلسطین منایا گیا، شہر کی بیشتر مساجد میں جمعہ کے اجتماعات میں علمائے کرام نے فلسطینی عوام کے حق میں اور اسرائیلی ریاستی جبر کے خلاف قراردادیں منظور کیں، کئی مقامات پر صیہونی جارحیت کے خلاف احتجاجی مظاہرے بھی کیے گئے جن میں مقررین نے غزہ کے مظلوم مسلمانوں پر یہود کے جبر و تشدد کی شدید مذمت اور فلسطینی عوام سے بھرپور یکجہتی کا اظہار کیا۔

جماعت اہلسنّت کراچی کے ناظم اعلیٰ کو صدمہ

جماعت اہلسنّت کراچی کے ناظم اعلیٰ صوفی حسین لاکھانی کے والد حاجی طیب لاکھانی کا انتقال ہوگیا ان کی نماز جنازہ دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ میں امیر محترم علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی امامت میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں حاجی حنیف طیب، شاہ اویس نورانی، مفتی اسماعیل ضیائی، سید حمزہ علی قادری، شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی نصر اللہ نقشبندی، ڈاکٹر عبدالرحیم، اویس رضا قادری، علامہ ابرار احمد رحمانی، قاضی نورالاسلام شمس، عبدالقادر باپو، عطاء المصطفیٰ نوری، سید عبدالحق شاہ سیفی، ریحان نعمانی، صاحبزادہ مسرور احمد، الحاج محمد رفیع، محمد احمد صدیقی، احمد رضا طیب، امین آدم جی، سلیم عطاری، سید رفیق شاہ کے علاوہ علماء و مشائخ، عزیز و اقارب اور کارکنان اہلسنّت نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

اظہار تعزیت

جماعت اہلسنّت کراچی کے ناظم اعلیٰ صوفی محمد حسین لاکھانی کے والد، جماعت اہلسنّت لائنز ایریا کے کارکن دانیال احسن کے والد، جماعت اہلسنّت صدر ٹاؤن کے رہنماء اور مدرسۃ المصطفیٰ کے ناظم عبدالحبیب برکاتی کی بہن کے انتقال پر حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری جماعت اہلسنّت کے جملہ عہدیداران و کارکنان اور ادارہ دعا گو ہے کہ اللہ کریم مرحومین کو غریق رحمت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

دعائے صحت

جماعت اہلسنّت کراچی کے نائب امیر حضرت مولانا ابرار احمد رحمانی علیل ہیں جبکہ غفران قادری ٹریفک حادثے میں زخمی ہوگئے اللہ ان کو جلد مکمل صحت یابی عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆